شمارہ 58	حالاتِ حاضرہ بریف: جون 2024ء

نمبر شمار	اس شمارے میں	صفحہ نمبر
1	گندم درآمد سکینڈل	1
2	دبئی پراپرٹی لیکس 2024ء	4
3	معاشی صورتحال	6
4	عدالتی امور میں خفیہ اداروں کی مداخلت	7
5	کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کا راج	11
6	جماعت اسلامی پاکستان کی اہم سرگرمیاں	13
7	تحریکِ آزادیِ جموں و کشمیر	15

تحقیق و تجزیہ: محمد اصغر

معاونت: محمد زبیر یونس

اذکان خان

تحقیق و تجزیہ، جماعت اسلامی پاکستان، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور

حالاتِ حاضرہ و بریف: مئی 2024ء

1) گندم درآمد سکینڈل

گزشتہ برس یکم مئی 2023ء کو شائع ہونے والی روزنامہ ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ سیزن 2023ء کے دوران ملک میں گندم کی پیداوار 2.75 کروڑ ٹن رہی۔ اس موقع پر حکومت کے پاس اسٹاک میں 21 لاکھ ٹن گندم کا ذخیرہ موجود تھا۔ حکومت نے دعویٰ کیا تھا کہ دوران سال ملک میں 2.96 کروڑ ٹن گندم موجود ہوگی۔ جبکہ ملک میں گندم کی 3.06 کروڑ ٹن کی مجموعی طلب کو پورا کرنے کے لیے محض 10 لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے کی ضرورت ہوگی۔ تاہم بعد ازاں اکتوبر 2023ء سے مارچ 2024ء کے دوران ملک میں گندم کی معمولی قیمت پر اندازاً 1.1 ارب ڈالر مالیت کی 35 لاکھ ٹن گندم درآمد کرلی گئی۔ رپورٹس کے مطابق درآمد کی گئی گندم میں سے 13 لاکھ ٹن گندم ناقص اور مضر ہے اور انسانی استعمال کے قابل نہیں ہے۔ وزارت تحفظ خوراک و تحقیق، حکومت پاکستان نے رواں زرعی سیزن 24-2023ء کے لیے ملک میں گندم کا پیداواری ہدف 3.22 کروڑ ٹن مقرر کیا۔ جبکہ اس کے مقابلے میں رواں سیزن میں ملک میں گندم کی پیداوار 2.97 کروڑ ٹن رہی۔ اس طرح ملک میں گندم کی پیداوار اپنے مقررہ ہدف سے 25 لاکھ ٹن اور ملک کی مجموعی ضرورت سے 9 لاکھ ٹن کم رہی۔ اگر رواں سال گندم کی 2.97 کروڑ ٹن پیداوار اور پرانے ذخیرے اور بالا اعداد و شمار کا اطلاق کیا جائے تو درآمد کی جانے والی 35 لاکھ ٹن اضافی گندم سمیت ملک میں 3.22 کروڑ ٹن گندم کا ذخیرہ ہونا چاہیے جو ملک میں گندم کی مجموعی طلب سے 16 لاکھ ٹن زیادہ بنتا ہے۔ اگر 13 لاکھ ٹن ناقص درآمدی ناقابل استعمال گندم کو اس میں سے نکال دیا جائے تو کل ضرورت سے زائد گندم کی مقدار محض 3 لاکھ ٹن بنتی ہے۔ یہ تمام صورتحال واضح کرتی ہے کہ گندم کی عدم خریداری کے لیے حکومت کی جانب سے تراشا گیا جواز درست نہیں۔ گندم کی پیداوار اور ذخیرہ کاری صلاحیت کو جانچنے کے لیے گزشتہ 5 سال کے دوران پاکستان میں گندم کی پیداوار کے اہم اعداد و شمار درج ذیل ہیں:

گزشتہ 5 سال میں گندم کی پیداوار کا جائزہ						
سال	2019ء	2020ء	2021ء	2022ء	2023ء	2024ء تا حال
گندم کی سالانہ پیداوار	2.43 کروڑ ٹن	2.52 کروڑ ٹن	2.74 کروڑ ٹن	2.62 کروڑ ٹن	2.76 کروڑ ٹن	2.969 کروڑ ٹن
رقبہ	86.78 لاکھ ایکڑ	88.05 لاکھ ایکڑ	91.68 لاکھ ایکڑ	89.77 لاکھ ایکڑ	90.43 لاکھ ایکڑ	تقریباً 90 لاکھ ایکڑ
گندم کی فی من قیمت (اوسطاً)	1300 روپے من	1400 روپے من	1800 روپے من	2200 روپے من	3900 روپے من	3900 روپے من

گندم کی پیداواری لاگت: ستمبر 2023ء میں وزارت تحفظ خوراک و تحقیقات، حکومت پاکستان کی جانب سے جاری کردہ رپورٹ کے مطابق مالی سال 24-2023ء کے دوران گندم کی فی من پیداواری لاگت اوسطاً 100,262 روپے فی ایکڑ ہے جو صوبہ پنجاب میں 3304 روپے فی من اور صوبہ سندھ میں 3073 روپے فی من رہی۔

پاکستان میں گندم کی فی ایکڑ پیداواری لاگت (24-2023ء)		
صوبائی اخراجات	صوبہ پنجاب	صوبہ سندھ
زمین کی تیاری	10 ہزار روپے فی ایکڑ	13,135 روپے فی ایکڑ
بیج اور بوائی	10,100 روپے فی ایکڑ	11,300 روپے فی ایکڑ
پودے کی حفاظت	2300 روپے فی ایکڑ	3000 روپے فی ایکڑ
آبپاشی	9650 روپے فی ایکڑ	6430 روپے فی ایکڑ
کھاد	21,600 روپے فی ایکڑ	22,101 روپے فی ایکڑ
کٹائی	18,525 روپے فی ایکڑ	[illegible],219 روپے فی ایکڑ
زمین کا کرایہ	235 روپے فی ایکڑ	235 روپے فی ایکڑ
دیگر اخراجات	7344 روپے فی ایکڑ	7627 روپے فی ایکڑ
کل اخراجات	114,809 روپے فی ایکڑ	117,813 روپے فی ایکڑ
بھوسے کی فروخت	17,950 روپے فی ایکڑ	18,150 روپے فی ایکڑ
خالص اخراجات	100,859 روپے فی ایکڑ	99,665 روپے فی ایکڑ
دونوں صوبوں کی اوسط پیداواری لاگت	100,262 روپے فی ایکڑ	

گندم درآمد سکینڈل: رواں سیزن کے آغاز میں ہی حکومتی تخمینوں میں گندم کی بمپر پیداوار یعنی زیادہ مقدار میں گندم کی پیداوار کا اندازہ لگایا گیا تھا۔ اس کے باوجود حکومت نے اگست 2023ء سے مارچ 2024ء کے دوران (5 ماہ میں) 1.1 ارب ڈالر مالیت کی 35 لاکھ ٹن گندم درآمد کی جس میں سے 27.58 لاکھ میٹرک ٹن گندم نگران حکومت کے دور میں اور 6.91 لاکھ میٹرک ٹن گندم موجودہ شہباز دور حکومت میں درآمد کی گئی۔ اس دوران وزارت تحفظ خوراک کا قلمدان نگران وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ اور وزیر اعظم میاں شہباز شریف کے پاس رہا۔ 3 اپریل 2024ء کو وزارت خوراک کا قلمدان وفاقی وزیر رانا تنویر کے سپرد کر دیا گیا۔ حکومت کی جانب سے غیر ضروری طور پر گندم کی خریداری کی وجہ سے حکومتی اسٹاک میں وافر مقدار میں گندم موجود ہو گئی جس کی بنیاد پر حکومت نے کسانوں سے گندم خریدنے کے لیے اپنا ہدف غیر معمولی طور پر کم رکھتے ہوئے محض 24.5 لاکھ ٹن مقرر کیا جس میں 14 لاکھ ٹن پاسکو، 10 لاکھ ٹن صوبہ سندھ اور 50 ہزار ٹن گندم کا ہدف صوبہ بلوچستان کے لیے مقرر کیا گیا۔ بعد ازاں کسانوں کے احتجاج پر 28 اپریل 2024ء کو وزیر اعظم میاں شہباز شریف نے پاسکو کا گندم خریداری کا ہدف 14 لاکھ ٹن سے معمولی اضافے سے 18 لاکھ ٹن کر دیا۔ جبکہ صوبہ پنجاب نے اپنے گزشتہ سال کے 40 لاکھ ٹن گندم خریداری کے ہدف کے برعکس رواں سال گندم خریداری کا کوئی ہدف طے نہ کرتے ہوئے کسانوں سے گندم خریدنے سے انکار کر دیا۔ اس طرح کسانوں کو اپنی گندم بیچنے کے لیے آڑھتیوں اور مل مالکان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا جو حکومتی امدادی قیمت (3900 روپے فی من) پر گندم خریدنے کے بجائے 2600 سے 3000 روپے فی من پر گندم خرید رہے تھے۔

کسان تنظیموں کا احتجاج: حکومت کی جانب سے کسانوں سے گندم خریداری کے محدود ہدف کی وجہ سے کسانوں کو اپنی گندم بیچنے میں شدید دشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے جس کے خلاف اپریل 2024ء میں ہی کسان تنظیموں نے احتجاج کا آغاز کر دیا۔ وزیر اعظم کسان تنظیموں نے وزیر اعظم میاں شہباز شریف کے نام لکھے گئے خط میں گزشتہ نگران حکومت کی جانب سے غیر ضروری طور پر گندم درآمد کرکے قومی خزانے کو ایک ارب ڈالر کا نقصان پہنچانے، اس صورتحال سے کسانوں کو 380 ارب روپے اور سرکاری خزانے کو 104 ارب روپے کے نقصانات کی نشاندہی کرتے ہوئے معاملے کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ جبکہ 23 اپریل 2024ء کو قومی اسمبلی کے اجلاس کے دوران اپوزیشن اراکین نے بھی حکومت کی جانب سے گندم کی خریداری نہ کرنے اور گندم کی بمپر فصل ہونے کے باوجود گندم کی درآمد کی اجازت دینے پر شدید تحفظات کا اظہار کیا۔ ازیں اثنا ملک بھر میں کسان تنظیموں کی جانب سے احتجاج اور دھرنوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جو مئی 2024ء کے دوران بھی جاری رہا۔

وفاقی کابینہ کی تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل: غیر ضروری گندم درآمد کے ذمہ داروں کا تعین کرنے کے لیے 2 مئی 2024ء کو وزیر اعظم میاں شہباز شریف نے سیکرٹری کابینہ ڈویژن کامران علی افضل کی سربراہی میں وفاقی وزارت داخلہ خان یحییٰ، ساجد حسین، محمد اور کنٹریکٹ ہیڈ کمال اور وزیر اعظم کے کوآرڈینیٹر احسن افضل پر مشتمل تحقیقاتی کمیٹی تشکیل دے دی۔ 5 مئی 2024ء کو سیکرٹری کابینہ ڈویژن کامران علی افضل کی سربراہی میں حکومتی تحقیقاتی کمیٹی کے پہلے اجلاس میں گندم کی درآمد اور ذخیرہ اندوزی کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا۔ اس حوالے سے روزنامہ ڈان کی رپورٹ کے مطابق تحقیقاتی کمیٹی کے مشاہدے کے مطابق اگست 2023ء سے مارچ 2024ء کے دوران 330 ارب روپے (1.10 ارب ڈالر) کی گندم درآمد کی گئی جس میں سے 13 لاکھ ٹن گندم نمی کی وجہ سے انسانی استعمال کے قابل نہیں رہی۔ مجموعی طور پر نگران حکومت کے دور میں 250 ارب روپے کی اور موجودہ شہباز حکومت کے قیام کے بعد 80 ارب روپے کی گندم درآمد کی گئی۔ 21 مئی 2024ء کو تحقیقاتی کمیٹی کی جانب سے وزیر اعظم میاں شہباز شریف کو پیش کی گئی رپورٹ میں نشاندہی کی گئی کہ:

- صوبہ پنجاب کے پاس 40 لاکھ میٹرک ٹن سے زائد گندم کی موجودگی کے باوجود غیر ضروری طور پر 35.87 لاکھ ٹن اضافی گندم درآمد کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔
- اس فیصلے سے قومی خزانے کو 300 ارب روپے سے زائد کے نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔
- وفاق نے نجی کمپنیوں کو مطلوبہ سکروٹنی کے بغیر ہی گندم درآمد کرنے کی اجازت دی۔
- وفاقی وزارت خزانہ کے حکام نے اتنی بڑی مقدار میں گندم کی درآمد کی نگرانی میں غفلت برتی۔
- رپورٹ میں سابق سیکرٹری نیشنل فوڈ سیکیورٹی محمد آصف کے خلاف کارروائی کی تجویز دی گئی۔ 4 مئی 2024ء کو سیکرٹری قومی غذائی تحفظ اور تحقیق محمد آصف کو عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ حیرت انگیز طور پر تحقیقاتی کمیٹی کی رپورٹ میں گندم کی درآمد کے عمل کا آغاز کرنے والے سابق سیکرٹری نیشنل فوڈ سیکیورٹی محمود احمد کے متعلق خاموشی اختیار کی گئی۔ تحقیقاتی رپورٹ میں سابق نگران وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ کو کلین چٹ دیتے ہوئے گندم درآمد اسکینڈل کی تمام تر ذمہ داری وفاقی وزارت قومی غذائی تحفظ پر عائد کر دی گئی۔

سرکاری تحقیقاتی رپورٹ پر کسانوں کا ردعمل: پاکستان کسان رابطہ کمیٹی کے جنرل سیکرٹری فاروق طارق کا کہنا ہے کہ سابق نگران وزیر اعظم انوار الحق کاکڑ کی کابینہ کے سیکرٹری کامران علی افضل کو تحقیقاتی کمیٹی کا سربراہ مقرر کرنے سے پہلے ہی نگران حکومت کو کلین چٹ دے دی۔ ایک وفاقی سیکرٹری اپنے ہی سابق باس کے خلاف کیسے تحقیق کر سکتا ہے؟ حکومت چند سرکاری افسروں کو قربانی کا بکرا بنا کر گندم اسکینڈل میں ملوث نگران حکومت اور اس کے وزراء کو تحفظ دے رہی ہے جنہوں نے گندم درآمد کی اجازت دے کر سرمایہ دار

کمپنیوں کو قومی سیکیورٹی رسک کی کھلی چھٹی دے دی۔

حکومت کے تادیبی اقدامات: 13 مئی 2024 کو وزیر اعظم شہباز شریف نے گندم خریداری کے عمل میں غفلت برتنے، شفافیت برقرار رکھنے میں ناکامی اور بدانتظامی کے احتمال کی بدولت پر عمل درآمد کرتے ہوئے پاکستان ایگری کلچرل اسٹوریج اینڈ سروسز کارپوریشن (پاسکو) کے منیجنگ ڈائریکٹر اور جنرل منیجر پروکیورمنٹ کو معطل کر دیا۔ 22 مئی 2024 کو کابینہ ڈویژن کی تحقیقاتی کمیٹی کی سفارش پر وزیر اعظم میاں شہباز شریف نے سابق وفاقی سیکرٹری نیشنل فوڈ سیکیورٹی محمد آصف، سابق ڈائریکٹر جنرل پلانٹ پروٹیکشن اے ڈی عابد، فوڈ سیکیورٹی کمشنر ڈاکٹر وسیم اور ڈائریکٹر فوڈ سیکیورٹی کمیٹی کو گندم درآمد بحران کا ذمہ دار قرار دیتے ہوئے معطل کر دیا۔

شہباز حکومت نیب سے گندم اسکینڈل کی تحقیقات کروانے سے گریزاں: قانون سازی کے تحت 50 کروڑ روپے سے زیادہ مالیت کے کرپشن معاملات کی چھان بین نیب اور ایف آئی اے کے دائرہ اختیار میں آتی ہے۔ تاہم وفاقی حکومت ان دونوں اداروں سے اس معاملے کی تحقیقات کروانے سے گریزاں ہیں۔ 9 مئی 2024 کو اس بارے میں روزنامہ ڈان کی رپورٹ کے مطابق ماڈل ٹاؤن لاہور میں موجود مسلم لیگ ن کے دفتر میں ایک اعلیٰ سطحی اجلاس کے دوران وزیر اعظم میاں شہباز شریف نے نیب اور ایف آئی اے سے معاملے کی تحقیقات کروانے کی تجویز مسترد کر دی۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ حالیہ گندم بحران میں وزیر اعظم میاں شہباز شریف کی گزشتہ پی ڈی ایم اتحادی حکومت اور موجودہ حکومت کا بھی کچھ نہ کچھ عمل دخل موجود ہے۔ جیسا کہ سابق نگران وزیر اعظم انوارالحق کاکڑ نے بھی اس بات کی نشاندہی کی ہے کہ گندم درآمد کرنے کا فیصلہ اکیلے نگران دور حکومت کے دور میں نہیں کیا گیا بلکہ اس سے قبل پی ڈی ایم حکومت گندم درآمد کرنے کے لیے سمری منظور کر چکی تھی۔ دوسری جانب وزیر اعظم میاں شہباز شریف سابق نگران حکومت کے اہم عہدے داروں کے لیے مسائل کھڑے کرنے سے بھی گریزاں دکھائی دیتے ہیں، کیونکہ 8 فروری 2024 کے انتخابات کے نتیجے میں فارم 47 کی بنیاد پر تشکیل پانے والی ان کی حکومت دھاندلی کے سنگین الزامات اور شواہد کی وجہ سے پہلے ہی انتہائی کمزور بنیادوں پر کھڑی ہے۔ یاد رہے کہ حالیہ عرصے میں منظر عام پر آنے والی سابق نگران وزیر اعظم انوارالحق کاکڑ اور مسلم لیگ ن کے رہنما حنیف عباسی کے مابین ایک گفتگو میں حنیف عباسی کی جانب سے انوارالحق کاکڑ کو گندم بحران کا ذمہ دار قرار دینے کے جواب میں سابق نگران وزیر اعظم انوارالحق کاکڑ انہیں متنبہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ اگر انہوں نے فارم 47 کے حوالے سے زبان کھول دی تو مسلم لیگ ن کی قیادت عوام کا سامنا کرنے کے قابل نہیں رہے گی۔

گندم بحران میں گزشتہ پی ڈی ایم اور نگران حکومتوں کا کردار: گندم اسکینڈل کی تحقیقات کے دوران سامنے آنے والی دستاویزات کے مطابق موجودہ گندم بحران کی بنیاد پی ڈی ایم دور میں اس وقت رکھی گئی جب 13 جولائی 2023 کو وفاقی وزیر برائے تحفظ خوراک طارق بشیر چیمہ نے سرکاری سطح پر 11 لاکھ ٹن گندم خریدنے کی سمری کی منظوری دی۔ تاہم 8 اگست 2023 کو پی ڈی ایم حکومت کے آخری دنوں میں اقتصادی رابطہ کمیٹی نے اس پر عمل درآمد کو موخر کر دیا۔ دریں اثنا ڈالر کی قدر میں اضافے اور گندم کی افغانستان اسمگلنگ کے باعث ملک بھر میں گندم کی بظاہر قلت کے باعث اس کے نرخ بڑھنے لگے۔ چنانچہ 12 ستمبر 2023 کو نگران وزیر اعظم انوارالحق کاکڑ کی جانب سے اعلیٰ نگران وزیر تحفظ خوراک کو دس لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے کی سمری منظوری کے لیے نگران اقتصادی رابطہ کمیٹی کو بھیجی گئی جو کمیٹی نے مسترد کر دی۔ تاہم ایک ماہ گزرنے کے بعد 23 اکتوبر 2023 کو نگران اقتصادی رابطہ کمیٹی نے 35.87 لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے کی منظوری دے دی جس کے بعد 28 دسمبر 2023 کو پاکستان ٹریڈنگ کارپوریشن نے 11 لاکھ ٹن گندم کی درآمد کے لیے ٹینڈر جاری کیا تاہم بولی کے لیے کسی فریق کے سامنے نہ آنے پر پرائیویٹ سیکٹر کو گندم درآمد کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ دسمبر 2023 تک یوکرین اور دیگر ممالک سے 12 لاکھ ٹن گندم پاکستان لائی جانے کے باوجود وزیر بورڈ کے اجلاس میں پرائیویٹ سیکٹر کو مزید 15 لاکھ ٹن گندم درآمد کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس کے فوری بعد غلط فہمی اور گندم درآمد کنندگان نے بیرون ملک سے گندم خریدی۔ تاہم فروری 2024 میں گندم درآمد کرنے کا وقت ختم ہونے تک یہ گندم ابھی راستے میں تھی۔ چنانچہ درآمد کنندگان نے اپنی خریدی ہوئی گندم ملک میں لانے کے لیے گندم کی درآمدی مدت میں توسیع کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ 23 فروری 2024 کو نگران وفاقی حکومت نے گندم کی درآمد کی مدت میں 31 مارچ 2024 تک کی توسیع کر دی۔

مندرجہ بالا صورتحال کا جائزہ لیا جائے تو 5 اہم سوال پیدا ہوتے ہیں:

1. جب حکومت کے پاس اسٹاک میں پہلے سے اضافی گندم موجود تھی تو گندم کی پیداوار کا ہدف کیوں مقرر کیا گیا؟
2. جب گندم درآمد کی آخری تاریخ فروری 2024 تک تھی تو درآمد کنندگان نے اس سے بعد تک گندم کی ترسیل کے معاہدے کیوں کیے؟
3. حکومت نے زائد مدت تک درآمد میں توسیع کر کے گندم کے چند درآمد کنندگان کے مفاد کے تحفظ کی بجائے ملک میں گندم پیدا کرنے والے کروڑوں کسانوں کے مفادات کا تحفظ کیوں نہ کیا؟
4. وفاقی حکومت نے ستمبر 2023 میں گندم کی افغانستان اسمگلنگ کی روک تھام کیوں نہ کی؟
5. ستمبر اور اکتوبر 2023 کے دوران ملک میں گندم کی مصنوعی قلت پیدا کرنے والے ذخیرہ اندوزوں اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف خاطر خواہ کریک ڈاؤن کیوں نہ کیا گیا؟

ماضی قریب کے گندم بحران

پی ٹی آئی کے دور کا گندم بحران: پاکستان تحریک انصاف کے دور حکومت میں جنوری 2020ء میں گندم بحران اس وقت شدت اختیار کر گیا جب پہلے تو فوڈ حکام نے گندم وافر ہونے کے باعث گندم کی برآمد کی اجازت دے دی اور 5 لاکھ ٹن گندم کی اضافی مقدار استعمال کرلی اور بعد ازاں ذخائر میں کمی کے باعث ملک میں موجود گندم برآمد کر دی گئی جس سے مارکیٹ میں گندم کی قلت پیدا ہوگئی جس کے نتیجے میں گندم کی قیمت میں اچانک ایک سو روپے فی من سے زیادہ کا اضافہ ہو گیا۔ اس گندم بحران کی تحقیقاتی رپورٹ میں بحران کا ذمہ دار پاکستان مسلم لیگ ق کے رہنما مونس الٰہی کا بھی نام آیا تھا جبکہ صوبہ پنجاب کے محکمہ خوراک کو بھی بدانتظامی کی وجہ سے ذمہ دار قرار دیا گیا تھا۔

پی ڈی ایم کے دور حکومت کا گندم بحران: پاکستان ڈیموکریٹک موومنٹ کے دور حکومت میں جنوری 2023ء میں گندم بحران اس وقت شدت اختیار کر گیا جب افغانستان اسمگل ہونے کے باعث ملک بھر میں گندم کی قلت پیدا ہو گئی جس کے نتیجے میں گندم کی قیمت میں 1300 روپے فی من کا اضافہ ہو گیا۔ اس موقع پر گندم کی طلب پوری کرنے کے لیے حکومت نے 10 لاکھ ٹن گندم کی درآمد کی اجازت دی جس کے بعد وقتی طور پر تو گندم بحران حل کر لیا گیا لیکن اس کا مستقل حل نہ آنے پر حکومت کی ناقص حکمت عملی سامنے آگئی ہے۔

2) دبئی پراپرٹی لیکس 2024ء

14 مئی 2024ء کو منظر عام پر آنے والے ایک مشترکہ عالمی تحقیقاتی منصوبے "دبئی ان لاکڈ (Dubai Unlocked)" میں متحدہ عرب امارات کے تجارتی مرکز دبئی میں دنیا بھر کی اشرافیہ خصوصاً سیاست دانوں، سرکاری عہدیداروں کے علاوہ منی لانڈررز اور دیگر جرائم پیشہ افراد کی اربوں ڈالرز کی جائیدادوں کا ذکر کیا گیا ہے جو حال یا ماضی قریب میں ان کی ملکیت رہی ہیں۔ اس تحقیقاتی منصوبے پر واشنگٹن میں موجود ایک این جی او "سینٹر فار ایڈوانسڈ ڈیفنس اسٹڈیز" نے ناروے کی ای 24 آؤٹ لیٹ "ای 24" اور "آرگنائزڈ کرائم اینڈ کرپشن رپورٹنگ پروجیکٹ (او سی سی آر پی)" نامی تنظیموں کے علاوہ پاکستان سے دو اخبارات دی نیوز اور روزنامہ ڈان سمیت 58 ممالک کے 74 میڈیا اداروں کے رپورٹرز کے تعاون سے دبئی میں کم از کم ایک جائیداد خریدنے والے کئی مشہور اور بدنام سیاسی شخصیات کا پتہ لگایا گیا۔ ان اعداد و شمار کے مطابق:

- دنیا کے 200 ممالک سے تعلق رکھنے والی اشرافیہ کی دبئی میں موجود کل جائیداد کی مالیت 160 ارب ڈالر (31,073 کھرب روپے) بنتی ہے۔
- رپورٹ کے نتائج کے تحت جاری کی گئی فہرست کے مطابق 17 ہزار پاکستانی شہری دبئی میں 11 ارب ڈالر مالیت کی 23 ہزار جائیدادوں کی ملکیت کے ساتھ ہمسایہ ملک بھارت کے بعد دوسرے نمبر پر ہیں۔
- یہ تمام افراد اور ادارے دبئی میں جائیدادیں رکھتے ہیں یا پھر ان کے بچوں اور شریک حیات کے نام پر جائیدادیں ہیں۔ ان میں درج ذیل اہم پاکستانی شخصیات کے نام شامل ہیں:
  - صدر مملکت آصف علی زرداری کے تین بچے (بلاول، آصفہ اور بختاور) رپورٹ کے مطابق لیک ہونے والی فہرست میں آصف علی زرداری کے شریک ملزم عبدالغنی مجید نے 2014ء میں صدر مملکت آصف علی زرداری کو دبئی میں 32 کروڑ روپے مالیت کی ایک جائیداد بطور تحفہ دی جو آصف علی زرداری نے اپنی بچی کو تحفے میں دے دی۔
  - سابق وزیر اعظم نواز شریف کا بیٹا حسین نواز۔
  - وزیر داخلہ محسن رضا نقوی کی اہلیہ دبئی میں جائیداد کی مالک ہیں۔ جبکہ خود محسن رضا نقوی نے رواں برس مارچ 2024ء میں سینیٹ انتخاب کے لیے جمع کروائے گئے کاغذات نامزدگی میں اس حوالے سے کچھ نہیں بتایا تھا۔
  - پیپلز پارٹی کے رہنما شرجیل انعام میمن اور ان کے اہل خانہ۔
  - سینیٹر فیصل واوڈا۔
  - فرح گوگی۔
  - رکن قومی اسمبلی شیر افضل مروت۔
  - سابق صدر مملکت جنرل (ر) پرویز مشرف۔
  - سابق وزیر اعظم شوکت عزیز۔
  - اومنی گروپ کے چیف فنانشل آفیسر اسلم مسعود اور ان کی اہلیہ دبئی میں متعدد جائیدادوں کے مالک ہیں۔ دی نیوز نے ان میں سے ایک کی قیمت کا پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اسے 2013ء میں 10,006 [illegible] درہم (8 کروڑ پاکستانی روپے) میں خریدا گیا تھا۔
  - [illegible] نے 2015ء میں دبئی میں 71,012 درہم (9 کروڑ 60 لاکھ پاکستانی روپے) کا ایک اپارٹمنٹ خریدا۔
  - منی لانڈرنگ میں ملوث ہونے کے الزام میں امریکہ کی جانب سے پابندیوں کے شکار الطاف خانانی، ان کا بیٹا، بھائی اور بھتیجا دبئی میں متعدد جائیدادوں کے مالک ہیں۔ ان میں سے تین افراد کو منی لانڈرنگ پابندیوں کا سامنا ہے۔

- پاکستانی جرنیلوں کے افراد، حراست اور ان کے گروپ کے تعلقے میں ملوث ہونے کی وجہ سے امریکی پابندیوں کا سامنا کرنے والے راولپنڈی میں مقیم معالج عامد ممتاز شاہ بھی دبئی میں متعدد جائیدادوں کے مالک ہیں۔
- فہرست میں صوبہ سندھ سے تعلق رکھنے والے 14 اراکین قومی اسمبلی، 10 اراکین سندھ اسمبلی اور 4 اراکین بلوچستان اسمبلی، پاک فوج کے ایک درجن سے زائد سابق جرنیل، ایک پولیس چیف، ایک سفارتکار اور ایک سائنسدان کا نام بھی شامل ہے۔

سابق آرمی افسران کی دبئی میں جائیدادوں کی تفصیل: دبئی پراپرٹی لیکس کی فہرست میں شامل ریٹائرڈ فوجی افسران اور ان کے خاندان کے کئی افراد آج بھی ان جائیدادوں کے مالک ہیں۔ فوجی افسران کی دبئی میں موجودہ اور سابقہ جائیدادوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

1) سابق صدر اور آرمی چیف مرحوم جنرل (ر) پرویز مشرف اور ان کی اہلیہ دبئی کی "صدف ٹو" میں 3 بیڈروم والے اپارٹمنٹ کے مالک ہیں جس کی ملکیت فی الحال ان کی اہلیہ کے پاس ہے۔ یہ اپارٹمنٹ اپریل 2012 میں 04.47 کروڑ روپے میں خریدا گیا۔

2) لیفٹیننٹ جنرل (ر) شفاعت اللہ شاہ دبئی میں جائیدادوں کے مالک ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق انہوں نے 2015 میں "ارشاد کمبائن" دبئی میں ایک کروڑ 39 ہزار 1398 روپے قیمت کا بیڈروم کا اپارٹمنٹ خریدا۔ دبئی لینڈ ڈیپارٹمنٹ (ڈی ایل ڈی) کے فروری 2024 تک کے ریکارڈ کے مطابق لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) شفاعت اللہ اب بھی اپنے بیٹے کے ہمراہ اس جائیداد کے مالک ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ اکتوبر 2021 میں سامنے آنے والے پنڈورا پیپرز میں بھی لیفٹیننٹ جنرل (ریٹائرڈ) شفاعت اللہ شاہ کی اہلیہ کی جانب سے 2017 میں آف شور کمپنی کے ذریعے لندن میں 1.2 ملین ڈالر کے اپارٹمنٹ کی خریداری کا ذکر موجود ہے۔ لیفٹیننٹ جنرل (ر) شفاعت اللہ شاہ پاک فوج میں 23 ستمبر 2001 سے 8 نومبر 2005 تک سابق صدر پرویز مشرف کے ملٹری سیکرٹری، نومبر 2005 سے 23 اپریل 2008 تک کور کمانڈر (چار کور) اور اس کے بعد نومبر 2009 تک راولپنڈی جنرل ہیڈ کوارٹرز (جی ایچ کیو) میں چیف آف جنرل اسٹاف جیسے اہم عہدوں پر تعینات رہے۔ پاک فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد وہ ستمبر 2013 سے ستمبر 2017 تک فلسطین اور اردن میں بطور پاکستانی سفیر تعینات رہے۔

3) میجر جنرل (ر) غضنفر علی خان فی الحال دبئی کی "المرسان فرسٹ" میں ایک رہائشی یونٹ کے مالک ہیں۔ اعداد و شمار کے مطابق یہ جائیداد اکتوبر 2010 میں 81,406 ڈالر میں خریدی گئی اور دسمبر 2013 سے فروری 2024 تک کرایہ کی مد میں یہاں سے 64,117 ڈالر کی رقم حاصل کی گئی۔ میجر جنرل (ر) غضنفر علی خان پاک فوج میں جنرل آفیسر کمانڈنگ انفنٹری اور ڈپٹی چیف آف جنرل اسٹاف (ڈی سی جی ایس) تعینات رہے۔

4) بریگیڈیئر (ر) ناصر دبئی کی "المرسان فرسٹ" میں فی الحال ایک اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے مالک ہیں۔ یہ اپارٹمنٹ انہوں نے مارچ 2010 میں 95,110 ڈالر میں خریدا اور 2023 تک کرایے کی مد میں اس سے 35,052 ڈالر کی آمدنی ہوئی۔

5) میجر جنرل (ر) اصاف علی، جمیرا دبئی کے "پام ڈریم 2" میں ایک اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے مالک ہیں۔ یہ اسٹوڈیو 2016 میں 01.39 کروڑ روپے میں خریدا گیا۔ میجر جنرل (ر) اصاف علی مارچ 2014 میں پاک فوج کے سرجیکل پاتھالوجی سے بطور ڈائریکٹر جنرل کی خدمات سرانجام دینے کے بعد ریٹائر ہوئے۔

6) میجر جنرل (ر) احمد ایوب نجیب فی الحال دبئی میں 2 جائیدادوں کے مالک ہیں جن میں "دی ٹاور" میں ایک رہائشی یونٹ 2015 میں 03.12 کروڑ روپے میں اور "ماونٹ پرستیج" میں ایک اپارٹمنٹ جون 2014 میں 03.427 کروڑ روپے میں خریدا گیا اور 2024 تک ان جائیدادوں سے کرایہ کی مد میں 03.06 کروڑ روپے کی آمدنی حاصل ہوئی۔ میجر جنرل (ر) احمد ایوب نجیب پاک فوج میں بطور آرمی ایوی ایشن کمانڈر، راولپنڈی میں پاک آرمی ایوی ایشن کے جنرل کمانڈنگ آفیسر کے طور پر خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ وہ پاکستان سول ایوی ایشن اتھارٹی اور پی آئی اے انویسٹمنٹ لمیٹڈ کے بورڈ آف ڈائریکٹرز اور بورڈ آف گورنمنٹ کے رکن رہنے کے علاوہ جولائی 2011 سے فروری 2016 تک پاکستان کی وزارت دفاع میں بطور ایڈیشنل سیکرٹری تعینات رہے۔

7) سابق ڈائریکٹر جنرل ملٹری لینڈز اینڈ کنٹونمنٹس راولپنڈی میجر جنرل (ر) سید محمد امین شاہ فی الحال دبئی کے "ال مترہن ٹاور" میں ایک آفس یونٹ پراپرٹی کے مالک ہیں۔ انہوں نے یہ جائیداد جون 2012 میں 03.619 کروڑ روپے میں خریدی۔ اس کے علاوہ دبئی کی "شیخ الفتح الشیخ" اور "السیف تھرٹی" میں 2 دیگر جائیدادیں بھی ان کی ملکیت رہی ہیں۔

8) آئی ایس آئی پولیٹیکل ونگ کے سابق سربراہ (2001-03) مرحوم میجر جنرل (ر) سید احتشام ضمیر، دبئی میں ایک اسٹوڈیو اپارٹمنٹ کے مالک رہے جو انہوں نے 2008 میں 134,181 ڈالر میں خرید کر اگست 2019 میں 163,438 ڈالر میں فروخت کیا۔ ان کی اہلیہ نے دبئی کے "پارک ویو ٹاور" میں تین بیڈروم کا اپارٹمنٹ جنوری 2018 میں 08.77 کروڑ روپے میں خریدا۔ ان کے صاحبزادے کا دعویٰ ہے کہ یہ جائیداد ستمبر 2021 میں 01.6 کروڑ روپے میں فروخت کر دی گئی تھی جبکہ 08.77 کروڑ روپے مالیت کی جائیداد محض 01.11 کروڑ روپے میں فروخت کرنے کا دعویٰ مشکوک ہے۔ مرحوم سید احتشام ضمیر کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا فی الحال دبئی کے "مرینا ایریا" میں 2 بیڈروم والے اپارٹمنٹ کے مالک ہیں جو جولائی 2017 میں 04.40 کروڑ روپے میں خریدی گئی اور 2024 تک اس جائیداد سے کرایہ کی مد میں 01.30 کروڑ روپے سے زائد آمدن ہوئی۔

9) مرحوم لیفٹیننٹ جنرل (ر) عالم جان محسود اور ان کی اہلیہ کے نام دبئی میں تین جائیدادوں میں سے ایک "الحرفی" میں تین بیڈ روم والے اپارٹمنٹ کی قیمت 2009ء میں 3.03 لاکھ ڈالر تھی اور 2021ء میں 5.5 لاکھ ڈالر سے زیادہ قیمت پر فروخت ہوا۔ مرحوم لیفٹیننٹ جنرل (ر) عالم جان محسود پاک فوج میں بطور انسپکٹر جنرل فرنٹیئر کور بلوچستان جنوبی اور کور کمانڈر 4 کور کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔

10) لیفٹیننٹ جنرل (ر) محمد اکرم ساہی کی "ایمپیریل ریذیڈنس" کی عمارت میں 2 اسٹوڈیو اپارٹمنٹس کے مالک رہے ہیں جو اب یہ جائیدادیں فروخت کی جا چکی ہیں اور اس وقت وہ دبئی میں کسی جائیداد کی ملکیت نہیں رکھتے۔ انہوں نے یہ دونوں اسٹوڈیو ستمبر 2013ء میں 11.50 لاکھ ڈالر میں خرید کر 2022ء میں نامعلوم قیمت پر فروخت کر دیے گئے۔

11) بریگیڈیئر (ر) عزیز الرحمان چوہدری اور ان کے خاندان کا ایک فرد دبئی کے "ایمپیریل سرکل 1" میں ایک پراپرٹی کے مالک رہے ہیں جس کی قیمت نومبر 2013ء میں 1.477 لاکھ ڈالر تھی جو یہ جائیداد اپریل 2022ء میں نامعلوم قیمت میں فروخت کر دی گئی۔ بریگیڈیئر (ر) عزیز الرحمان چوہدری پاکستان اسٹیل ملز کے چیف سیکیورٹی ایڈوائزر بھی رہے ہیں۔

12) ایئر وائس مارشل (ر) خالد مسعود راجپوت کا نام بھی دبئی پراپرٹی لیکس میں سامنے آیا تاہم ان کی پراپرٹی کی تفصیلات کا اظہار نہیں کیا گیا۔

اہم سوال /Disclaimer: قانون کے مطابق بیرون ملک جائیداد خریدنا جرم نہیں تاہم معروف شخصیات کے بارے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ انہوں نے کن ذرائع سے یہ جائیدادیں خریدیں اور کن ذرائع سے بیرون ملک رقم منتقل کی؟

3) معاشی صورتحال

(i) **قرضہ وصولی کے نئے ریکارڈ:** اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی جانب سے جاری اعداد و شمار کے مطابق رواں مالی سال 24-2023ء کے ابتدائی 10 ماہ (جولائی تا اپریل) کے دوران حکومت نے مقامی بینکنگ سیکٹر سے 5971 ارب روپے کا قرضہ لیا جو گزشتہ سال کے اسی عرصے کے دوران لیے گئے 2668 ارب روپے کے قرضے کے مقابلے میں 124 فیصد زیادہ ہے۔ اس دوران حکومت نے اسٹیٹ بینک کو 735 ارب روپے کا خالص قرضہ ادا کیا جبکہ مجموعی طور پر 5517 ارب روپے کا سود (مارک اپ) ادا کیا گیا۔ صورتحال کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس دوران حکومت کی جانب سے ادا کیے گئے سود کی رقم حکومت کی ٹیکس آمدن کے 75 فیصد کے برابر ہے۔ واضح رہے کہ حکومت بینکوں سے 21 فیصد شرح سود پر قرضے لے رہی ہے اور اس بلند شرح کی وجہ سے قرضوں پر سود کی ادائیگی کے لیے مزید قرضے لینے پر مجبور ہے۔ دوسری جانب ملک میں بظاہر افراط زر کی شرح میں نمایاں کمی کے باوجود اسٹیٹ بینک آف پاکستان اپنی مانیٹری پالیسی میں 22 فیصد کی شرح سود کو کم کرنے سے گریزاں ہے۔

(ii) **بیرونی قرضوں کی ادائیگی کا بوجھ:** پاکستان کو آئندہ مالی سال 25-2024ء کے دوران بیرونی ادائیگیوں کے لیے 23 ارب ڈالر کے غیر ملکی قرضوں کی ضرورت ہوگی۔ وزارت خزانہ کے ذرائع کے مطابق 23 ارب ڈالر قرضے کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حکومت دوست ممالک خصوصاً سعودی عرب سے 5 ارب ڈالر، چین سے 4 ارب ڈالر اور متحدہ عرب امارات سے 3 ارب ڈالر کے رول اوور کے ساتھ ساتھ چین سے مزید فنانسنگ کے حصول کے لیے کوشاں ہے۔ جبکہ نئے مجوزہ آئی ایم ایف معاہدے کے تحت بھی ایک ارب ڈالر سے زائد قرضے کی بھی توقعات موجود ہیں۔ علاوہ ازیں، سی پیک یعنی پاک چین اقتصادی راہداری پروگرام کے دوسرے مرحلے کے تحت پاکستان 1100 میگاواٹ کے ہائیڈرو پاور منصوبوں میں چینی سرمایہ کاری کے لیے چینی حکام سے گفت و شنید آگے بڑھا رہا ہے۔ اس مقصد کے لیے وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی و ترقی احسن اقبال ایک اعلیٰ سطحی وفد کے ہمراہ چین کا دورہ کر چکے ہیں جبکہ آئندہ ماہ جون 2024ء میں وزیراعظم میاں شہباز شریف چین کا دورہ کرنے والے ہیں۔

(iii) **دوہری حکومتی پالیسیاں۔۔۔ مہنگائی میں نمایاں کمی کے باوجود بلند شرح سود برقرار:**

گزشتہ برس 26 جون 2023ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان نے ملک میں مہنگائی کی 29.4 فیصد سالانہ کی بلند شرح پر قابو پانے کے لیے شرح سود کو بڑھا کر 22 فیصد کر دیا جو اس وقت جنوبی ایشیائی خطے میں سب سے زیادہ شرح سود تھی۔ اس کے باوجود آئندہ کئی ماہ تک ملک میں مہنگائی کی شرح میں کمی کی بجائے اضافے کا سلسلہ جاری رہا اور مہنگائی کی سالانہ شرح 34 فیصد اور ہفتہ وار شرح 45 فیصد سے تجاوز کر گئی۔ اس دوران متعدد معاشی ماہرین نے مہنگائی کی شرح پر قابو پانے کے لیے شرح سود میں اضافے کی حکومتی پالیسی کو غلط اور مقامی تجارت کے لیے مضر قرار دیا تاہم حکومت شرح سود کو بلند رکھنے کے اپنے فیصلے پر مصر رہی۔ بعد ازاں پاکستان ادارہ شماریات کے مطابق ملک میں مہنگائی کی شرح میں کمی آنے لگی اور اپریل 2024ء کے اختتام تک ملک میں مہنگائی کی شرح 17.3 فیصد تک نیچے آ گئی جس کا مطلب ہے کہ ملک میں مہنگائی کی شرح میں 12 فیصد کمی واقع ہوئی۔ اس بات سے قطع نظر کہ ملک میں بظاہر مہنگائی میں کمی کے اعداد و شمار سے عام عوام کو کوئی فرق نہیں پڑ سکا تاہم حکومت اسے اپنی بڑی کامیابی کے طور پر پیش کرتی ہے لیکن اس کے باوجود 29 اپریل 2024ء کو ہونے والے اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے اجلاس میں شرح سود بدستور 22 فیصد کی بلند سطح پر برقرار رکھنے کا اعلان کیا گیا۔ یاد رہے کہ تقریباً 2 سال قبل جولائی 2022ء میں جب ملک میں مہنگائی کی شرح ایک ہی مہینے میں 13.8 فیصد سے بڑھ کر 21.3 فیصد ہوئی تو اسٹیٹ بینک نے اپنی شرح سود 13.75 فیصد سے بڑھا کر 15 فیصد کر دی۔ اگر اس تناسب کو دیکھا جائے تو ملک میں مہنگائی کی شرح میں حالیہ کمی کو دیکھتے ہوئے اسٹیٹ بینک کی شرح سود 14 فیصد سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ تاہم ایسا نہیں ہو رہا جس سے بظاہر ایسا

محسوس ہوتا ہے کہ مہنگائی کی شرح میں کمی صرف اعداد و شمار کے گوشواروں تک محدود ہے اور ان اعداد و شمار کا مارکیٹ سے کوئی تعلق نہیں یہی وجہ ہے کہ حکومت مہنگائی کی شرح اور سود کی شرح میں اضافہ / کمی کو عام عوام سمجھنے کے بجائے شرح سود میں کمی کرنے کا سگنل لینے کے لیے تیار نہیں۔

(iv) **آئی ایم ایف کی غلامی کا سلسلہ جاری:** پاکستان کے ساتھ 3 سال سے زیادہ عرصے پر محیط 6 سے 8 ارب ڈالر کے نئے قرضہ پروگرام پر مذاکرات کے لیے عالمی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) کے مشن چیف نیتھن پورٹر نے اپنے تکنیکی ماہرین کی ٹیم کے ہمراہ 13 سے 23 مئی 2024ء کے دوران پاکستان کا دورہ کیا۔ آئی ایم ایف کی ٹیم کی آمد سے قبل ہی معاشی ماہرین توقع کر رہے تھے کہ عالمی مالیاتی ادارہ (آئی ایم ایف) پاکستان کے ساتھ اپنے نئے قرضہ پروگرام کو سخت مطالبوں کی بنیاد پر ہی سے مشروط کرے گا جس میں بجلی اور گیس کی قیمتوں میں مزید اضافہ، ٹیکس ریونیو میں مزید توسیع، اداروں کی نجکاری، مارکیٹ پر مبنی شرح تبادلہ اور سخت گیر مانیٹری پالیسی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

(v) **معاشی اشاریوں کا ایک سالہ تقابلی جائزہ**

نمبر شمار	معاشی اشاریے	مئی 2023ء	مئی 2024ء	سالانہ اضافہ / کمی	
1	افراطِ زر کی شرح (سالانہ)	29.16 فیصد	24.52 فیصد	4.64 فیصد کمی	4.64 فیصد کمی ⬇
2	روپے کی قدر	285.4 روپے	278.4 روپے	7 روپے کمی	2.45 فیصد ⬆
3	بیرونی قرضہ	127.477 ارب ڈالر	130.402 ارب ڈالر	2.924 ارب ڈالر	2.29 فیصد ⬆
4	کل قومی قرضہ	72,441 ارب روپے	80,862 ارب روپے	8,421 ارب روپے	11.6 فیصد ⬆
5	اسٹیٹ بینک کے زرمبادلہ کے ذخائر	3.6781 ارب ڈالر	9.0937 ارب ڈالر	5.4156 ارب ڈالر	147.2 فیصد ⬆
6	کمرشل بینکوں کے زرمبادلہ کے ذخائر	4.8486 ارب ڈالر	5.2217 ارب ڈالر	37.31 کروڑ ڈالر	7.7 فیصد ⬆
7	سونے کی قیمت (10 گرام)	232,300 روپے	241,650 روپے	9,350 روپے	4 فیصد ⬆
8	درآمدات (مالی سال کے آغاز سے)	45.766 ارب ڈالر	43.353 ارب ڈالر	2.413 ارب ڈالر کمی	5.27 فیصد کمی ⬇
9	برآمدات (مالی سال کے آغاز سے)	23.200 ارب ڈالر	25.669 ارب ڈالر	2.469 ارب ڈالر	10.64 فیصد ⬆
10	تجارتی خسارہ (مالی سال کے آغاز سے)	22.566 ارب ڈالر	17.684 ارب ڈالر	4.882 ارب ڈالر کمی	21.63 فیصد کمی ⬇

4) عدالتی امور میں خفیہ اداروں کی مداخلت؟

2018ء میں سپریم جوڈیشل کونسل کی جانب سے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کو اس وقت برطرف کر دیا گیا تھا جب ان کی جانب سے 18 جولائی 2018ء کو یہ الزام عائد کیا گیا تھا کہ پاکستانی خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں بینچوں کی تشکیل اور احتساب عدالت اسلام آباد میں مقدمات کے ٹرائل میں مداخلت کرتے ہیں۔ اس وقت وزیر اعظم عمران خان کی وفاقی حکومت اور آرمی چیف جنرل (ر) قمر جاوید باجوہ کی جانب سے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے خلاف شکایات درج کی گئی اور مطالبہ کیا گیا کہ جسٹس شوکت عزیز صدیقی کو برطرف کیا جائے۔ یاد رہے کہ اس وقت عدالت عظمیٰ نے حقائق کو جانچنے کی بجائے وفاقی حکومت اور عسکری قیادت کے مطالبے کو پورا کر دیا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججز کا مشترکہ خط: 25 مارچ 2024ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے کل 8 میں سے 6 ججز (جسٹس محسن اختر کیانی، جسٹس طارق محمود جہانگیری، جسٹس بابر ستار، جسٹس سردار اعجاز اسحاق خان، جسٹس ارباب محمد طاہر اور جسٹس ثمن رفعت امتیاز) کی جانب سے سپریم جوڈیشل کونسل کو لکھے گئے خط میں ججز کے کام میں خفیہ ایجنسیوں کی مبینہ مداخلت اور دباؤ میں لانے کے لیے ججوں کے رشتہ داروں کے اغوا اور ان پر تشدد کے ساتھ ساتھ ان کے گھروں کے اندر خفیہ نگرانی سے ایسے ججوں پر دباؤ ڈالنے کی کوششوں سے متعلق پوچھا گیا ہے جو ایسے انتظامات کرتے ہوئے رہنمائی کی درخواست کی گئی۔ خط کے اہم مندرجات درج ذیل تھے:

- یہ خط سپریم کورٹ کے 22 مارچ 2024ء کے اس فیصلے کے نتیجے میں سامنے آیا جس میں سپریم کورٹ کی جانب سے سابق جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ جسٹس شوکت عزیز صدیقی کی سال 2018ء میں برطرفی کو غلط، غیر قانونی اور بے بنیاد قرار دیتے ہوئے کہا گیا کہ کسی بھی جج کو سپریم جوڈیشل کونسل کی جانب سے تحقیقات کیے بغیر برطرف نہیں کیا جا سکتا لہٰذا جسٹس شوکت عزیز صدیقی کو ریٹائرڈ تصور کیا جائے گا۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے سے جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے موقف کی بہت سچائی ہے تاہم غیر قانونی برطرفی کا ازالہ ممکن نہیں۔ علاوہ ازیں ان کا جواب نہیں مل سکا ہے اگر خفیہ ایجنسی کے اہلکار واقعی عدلیہ کی آزادی کو مجروح کرنے میں ملوث تھے تو کیسے ان کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا سکتا ہے تاکہ مستقبل میں ایسے واقعات رونما نہ ہوں۔ سپریم کورٹ کے فیصلے کے بعد جسٹس (ر) شوکت عزیز صدیقی نے بھی مبینہ طور پر خفیہ ایجنسی کے اہلکاروں کی عدالتی معاملات میں مداخلت کے الزامات کی تحقیقات کا مطالبہ دہرایا ہے۔

- خط میں کہا گیا کہ ہم جسٹس شوکت عزیز صدیقی کے الزامات کی تحقیقات کے مطالبے کی حمایت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان تحقیقات کا دائرہ اختیار وسیع کرتے ہوئے اس بات کا بھی تعین کیا جائے کہ آیا اب بھی خفیہ ایجنسی کے اہلکار عدالتی معاملات میں مداخلت کرتے ہیں یا نہیں۔
- ججز کا موجودہ کوڈ آف کنڈکٹ اس حوالے سے رہنمائی کرنے سے قاصر ہے کہ ججز اداروں کے اہلکاروں کی جانب سے عدلیہ کی آزادی کو مجروح کرنے پر ججز کی جانب سے کیا ردعمل دیا جائے، ہم سمجھتے ہیں کہ اس بات کی تحقیقات انتہائی اہم ہیں کہ کیا ریاست کی جانب سے عدلیہ کے کام میں مداخلت کی پالیسی اب بھی جاری ہے جس پر خفیہ ایجنسی کے اہلکار عمل درآمد کرواتے ہیں؟
- ججز کی جانب سے لکھے گئے خط میں اسلام آباد کی عدلیہ کو خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے درپیش دھمکی آمیز واقعات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:
  - اسلام آباد ہائی کورٹ کے تین رکنی بینچ نے بانی پی ٹی آئی کے خلاف ٹیریان وائٹ کیس کے قابل سماعت ہونے یا نہ ہونے سے متعلق فیصلہ محفوظ کیا جس میں چیف جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ نے اپنے فیصلے میں درخواست کو قابل سماعت قرار دیا جبکہ بینچ میں شامل دیگر 2 ججز نے چیف جسٹس کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے درخواست کو ناقابل سماعت قرار دیا۔ جس پر ان دونوں ججز کو خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں کی جانب سے دوستوں اور خاندان کے افراد کے ذریعے دھمکیاں دی گئیں اور دباؤ میں لانے کی کوشش کی گئی۔
  - گزشتہ برس مئی 2023 میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج کے بہنوئی کو مسلح افراد کی جانب سے اغوا کر لیا گیا اور 24 گھنٹے بعد جب وہ رہا کر دیے گئے تو انہوں نے بتایا کہ اغوا کاروں کی جانب سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ وہ خفیہ ایجنسی کے اہلکار ہیں۔
  - گزشتہ برس 10 مئی 2023 کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججز کی جانب سے چیف جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ کو خط لکھ کر عدلیہ کے معاملات میں مداخلت کے حوالے سے آگاہ کرتے ہوئے مطالبہ کیا گیا کہ اس حوالے سے توہین عدالت کی کارروائی کا آغاز کیا جائے تاکہ اسلام آباد ہائی کورٹ اپنے فرائض آزادانہ اور بغیر کسی خوف اور خفیہ ایجنسیوں کی مداخلت کے بغیر سرانجام دے سکے لیکن آج تک ایسی کوئی کارروائی شروع نہیں کی گئی۔
  - گزشتہ برس 19 مئی 2023 کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے 4 ججز نے اس وقت کے چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس عمر عطا بندیال سے سپریم کورٹ کے جسٹس اعجاز الاحسن کی موجودگی میں ملاقات کر کے انہیں عدالتی معاملات میں مداخلت کے حوالے سے آگاہ کیا۔ اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججز کی جانب سے اسی دن اس وقت سپریم کورٹ کے سینیئر ترین جج جسٹس قاضی فائز عیسیٰ سے بھی ملاقات کر کے اس معاملے پر متوجہ کیا گیا۔
  - سال 2023 کی گرمیوں میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ایک جج نے سرکاری رہائش گاہ میں منتقل ہونے کے بعد معمول کی مینٹیننس کے دوران گھر کے ڈرائنگ روم کی دیوار میں لگی لائٹ میں سے خفیہ کیمرہ و جاسوسی آلات برآمد ہوا جو ڈرائنگ روم کی فوٹیج کسی کو بھیج رہا تھا۔ اسی طرح ایک کیمرہ جج کی رہائش گاہ کے ماسٹر بیڈروم میں بھی نصب تھا۔ جب ان کیمروں سے منسلک یو ایس بی کو برآمد کیا گیا تو اس میں جج اور ان کے اہل خانہ کی نجی ویڈیوز موجود تھیں۔ چیف جسٹس اسلام آباد ہائی کورٹ کو اس معاملے سے آگاہ کیا گیا تاہم آج تک یہ تعین نہیں ہو سکا کہ وہ کیمرے کس نے نصب کیے تھے اور ججز کی نجی زندگی کی ویڈیو بنانے کا ذمہ دار کس کو ٹھہرایا جائے۔
- بطور جج ہماری ذمہ داری بغیر کسی خوف و خطر کے آئین و قانون کے مطابق انصاف کی فراہمی ہے تاہم ججز کا کوڈ آف کنڈکٹ ان معاملات سے نمٹنے کے لیے کوئی رہنمائی فراہم نہیں کرتا۔ اگر کوئی جج خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے اس قسم کے اقدام کے الزامات عائد کرتا ہے تو ثبوت بھی اسے ہی فراہم کرنا ہوتے ہیں۔ ثبوتوں کی فراہمی سے متعلق بھی کوڈ آف کنڈکٹ رہنمائی فراہم نہیں کرتا ہے۔ یہ بھی واضح نہیں ہے کہ کیا جج انفرادی طور پر خفیہ ایجنسیوں کی جانب سے دھمکیوں اور دباؤ کو روکنے کی کوشش کریں گے یا عدلیہ بطور ادارہ اس کو روکنے کے لیے اقدامات اٹھائے گا؟
- ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ایک انفرادی جج کو چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی طرح بہادر ہونے کی ضرورت نہیں جنہوں نے تن تنہا ایجنسیوں کا مقابلہ کیا یا جسٹس شوکت عزیز صدیقی کی طرح جنہوں نے انصاف کے حصول کے لیے طویل عرصہ جدوجہد کی۔ اگر عدلیہ کی آزادی سائلین کے بنیادی حقوق کی حفاظت اور قانون کے مطابق انصاف فراہم کرنے کے لیے ناگزیر ہے تو عدلیہ کی آزادی کو بچانے اور حفاظت کرنے کے لیے ایک ادارہ جاتی جواب کی ضرورت ہے۔
- ہم درخواست کرتے ہیں کہ عدالتی امور میں انٹیلیجنس اہلکاروں کی مداخلت اور عدلیہ کی آزادی کو مجروح کرنے کے لیے ججوں کو دھمکانے کے معاملے پر غور کرنے کے لیے ایک جوڈیشل کنونشن بلایا جائے۔ اس طرح کا کنونشن اس بارے میں مزید معلومات فراہم کر سکتا ہے کہ کیا دیگر ہائی کورٹس کے ججوں کو اسی طرح کے تجربات کا سامنا تو نہیں ہوا ہے؟ اس طرح کی ادارہ جاتی مشاورت سے سپریم کورٹ کو اس بات پر غور کرنے میں مدد مل سکتی ہے کہ عدلیہ کی آزادی کو کس طرح بہتر طریقے سے تحفظ فراہم کیا جائے، عدلیہ کی آزادی کو مجروح کرنے والوں کے لیے ذمہ داری کا تعین کرنے کے لیے ایک طریقہ کار وضع کیا جائے اور انفرادی ججوں کے فائدے کے لیے یہ واضح کیا جائے کہ انہیں کب کیا کرنا چاہیے۔

بار کونسلوں کا رد عمل: عدالتی معاملات میں مداخلت سے متعلق اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججز کا خط سامنے آنے کے بعد ملک بھر کی بار کونسلوں نے اپنے ہنگامی اجلاس بلا کر صورتحال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے عدلیہ کے معاملات میں ایگزیکٹو اداروں کی مداخلت کی تحقیقات کا مطالبہ کرنے کے ساتھ ساتھ چیف جسٹس پاکستان قاضی فائز عیسیٰ سے سو موٹو لینے کا مطالبہ کر دیا۔ میاں داؤد ایڈووکیٹ نے اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججز کے سپریم جوڈیشل کونسل کو لکھے گئے خط کی بااختیار کمیشن سے تحقیق یا سپریم کورٹ سے تحقیقات کے لیے سپریم کورٹ میں آئینی درخواست دائر کر دی جس میں موقف اپنایا گیا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ تحریک انصاف کے اشارے پر اسلام آباد ہائیکورٹ کے ججز نے خط لکھا ہے۔ 6 ججز نے اپنے خط میں عمران خان کے صرف ایک مقدمے کی مثال پیش کی۔ عمران خان کے مقدمے کے علاوہ ججز نے خط میں ایک بھی مقدمے کا واضح حوالہ اور ثبوت نہیں دیا۔ ججز کا خط عوام کے عدلیہ پر اعتماد کو گمراہ کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پی ٹی آئی اور عمران خان کو سب سے زیادہ مقدمات میں غیر معمولی ریلیف اسلام آباد ہائی کورٹ سے ملا ہے۔ مثال کے طور پر اسلام آباد ہائی کورٹ نے عمران خان کو کسی بھی مقدمے میں گرفتار نہ کرنے کا غیر معمولی فیصلہ دیا۔ عمران خان کو جیل سے بیٹھ کر ہی مہم چلانے کی اجازت دی۔ عمران خان کے لیے اڈیالہ جیل کو بھی تفریحی رہائش میں تبدیل کر دیا۔ عمران خان کی حمایت میں مسلسل فیصلے دینے کے بعد بھی آئی ایس آئی پر مداخلت کا الزام لگانا سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ جو جرم خود کر رہے ہیں اس کا الزام دوسروں پر لگانا شروع کر دیں۔ اگر آئی ایس آئی کی مداخلت ہوتی تو کیا پھر پی ٹی آئی اور عمران خان کے حق میں دیے گئے فیصلوں میں بھی مداخلت ہوئی ہے یا صرف ان کے خلاف فیصلوں میں مداخلت ہوئی ہے؟

ججز کے نام مشکوک خطوط: 2 اپریل 2024ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے 8 ججز کو پاؤڈر بھرے مشکوک خطوط موصول ہوئے جن پر خطرے کا نشان بھی موجود تھا۔ اس کے بعد سپریم کورٹ اور لاہور ہائیکورٹ کے ججز سمیت اہم شخصیات کو بھی دھمکی آمیز خطوط ملنے کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ چیف جسٹس آف پاکستان قاضی فائز عیسیٰ سمیت سپریم کورٹ کے 4 ججز (جسٹس اطہر من اللہ، جسٹس امین الدین اور جسٹس جمال خان مندوخیل) کو اور لاہور ہائی کورٹ کے 4 ججز (جسٹس شجاعت علی خان، جسٹس شاہد بلال حسن، جسٹس عابد عزیز شیخ اور جسٹس عالیہ نیلم) کو بھی پاؤڈر بھرے لفافے ملے۔ ایسے ہی دھمکی آمیز خطوط موصول ہوئے جن پر یکم اپریل 2024ء کی مہر ثبت تھی۔ 3 اپریل 2024ء کو 10 مزید دھمکی آمیز خطوط جاری ہوئے جن میں سے 5 خطوط چیف جسٹس آف پاکستان سمیت سپریم کورٹ کے ججز (جسٹس محمد علی مظہر، جسٹس سید حسن اظہر رضوی، جسٹس عرفان سعادت، جسٹس منیب اختر اور جسٹس عائشہ ملک) کو، ایک خط لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس علی باقر نجفی کو، 2 خطوط وزیر اعلیٰ پنجاب محترمہ مریم نواز کو اور ایک خط وزیر اعظم میاں شہباز شریف کے نام ارسال کیا گیا تھا۔ تمام دھمکی آمیز خطوط محکمہ انسداد دہشت گردی کے حوالے کر دیے گئے جہاں لیب ٹیسٹ کے بعد تفتیشی حکام نے ابتدائی رائے ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ خطوط میں زہریلے مواد آرسینک کی مقدار 10 فیصد تھی جبکہ 70 فیصد مقدار ہونے پر پورے جسم کے اعصاب متاثر ہونے کا خطرہ تھا۔

سپریم کورٹ کا دو روزہ فل کورٹ اجلاس اور اعلامیہ:

27 اور 28 مارچ 2024ء کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججز کے سپریم جوڈیشل کونسل کو لکھے گئے خط کے معاملے پر غور کے لیے چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں 2 گھنٹے طویل فل کورٹ اجلاس ہوا جس میں سپریم کورٹ کے تمام ججز بشمول جسٹس منصور علی شاہ، جسٹس منیب اختر، جسٹس جمال مندوخیل، جسٹس امین الدین، جسٹس شاہد وحید، جسٹس اطہر من اللہ، جسٹس حسن اظہر رضوی، جسٹس یحییٰ آفریدی، جسٹس عرفان سعادت، جسٹس محمد علی مظہر، جسٹس مسرت ہلالی، جسٹس عائشہ ملک اور جسٹس نعیم اختر افغان شریک تھے۔ فل کورٹ اجلاس کے بعد جاری کردہ اعلامیے کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

- چیف جسٹس آف پاکستان قاضی فائز عیسیٰ کو اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججز کی جانب سے لکھا گیا خط 26 مارچ 2024ء کو موصول ہوا۔
- خط میں الزامات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے چیف جسٹس آف پاکستان نے اسی روز افطار کے بعد اسلام آباد ہائیکورٹ کے تمام ججز سے ملاقات کی۔ جس میں جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے انفرادی طور پر تمام ججوں کو سنا۔
- 27 مارچ 2024ء کو چیف جسٹس نے اٹارنی جنرل اور وزیر قانون سے ملاقات کے بعد سینئر ترین جج کے ہمراہ سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر اور اسلام آباد میں موجود پاکستان بار کونسل کے سینئر ترین ارکان سے ملاقات کی۔
- 27 مارچ 2024ء کو شام چار بجے چیف جسٹس آف پاکستان کی زیر صدارت سپریم کورٹ کے تمام ججوں کا فل کورٹ اجلاس طلب کیا گیا جس میں ہائی کورٹ کے چھ ججوں کی جانب سے بھیجے گئے خط میں اٹھائے گئے مسائل اور ممکنہ اقدامات سے ججوں کو آگاہ کیا گیا۔ فل کورٹ کے اکثر اراکین نے اس بات پر اتفاق کیا کہ حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے چیف جسٹس خط میں اٹھائے گئے مسائل کے حوالے سے وزیر اعظم میاں شہباز شریف سے ملاقات کریں جس کے بعد فل کورٹ اجلاس کو ملتوی کر دیا گیا۔
- 28 مارچ 2024ء کو چیف جسٹس آف پاکستان نے سینئر جج منصور علی شاہ اور سپریم کورٹ کے رجسٹرار کے ہمراہ سپریم کورٹ میں وزیر اعظم میاں شہباز شریف سے ملاقات کی جہاں ان کے ہمراہ وزیر قانون اعظم نذیر تارڑ اور اٹارنی جنرل منصور عثمان اعوان بھی موجود تھے۔ ایک گھنٹے تک جاری رہنے والی اس ملاقات میں چیف جسٹس نے واضح طور پر کہا کہ ججز کے عدالتی امور میں ایگزیکٹو کی مداخلت کو ہرگز برداشت نہیں کیا جائے گا اور آزاد عدلیہ پر کسی حال میں بھی سمجھوتہ نہیں کیا جائے گا۔ ملاقات کے

دوران معاملے کی تحقیقات کے لیے پاکستان کمیشن آف انکوائری ایکٹ 2017 کے تحت اچھی ساکھ کے حامل ریٹائرڈ جج کی سربراہی میں انکوائری کمیشن بنانے کی تجویز پیش کی گئی۔ وزیر اعظم نے کہا کہ کمیشن کے قیام کی منظوری لینے کے لیے وفاقی کابینہ کا اجلاس طلب کیا جائے گا اور چیف جسٹس اور سینئر جج کے خیالات سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے عدلیہ کی آزادی اور فیض آباد دھرنا کیس کے فیصلے پر عملدرآمد یقینی بنانے کے لیے مناسب اقدامات کریں گے۔

- چیف جسٹس آف پاکستان نے 29 مارچ 2024 کو دوبارہ فل کورٹ اجلاس طلب کیا جس میں ججوں کو وزیر اعظم سے ہونے والی ملاقات کی تفصیلات سے آگاہ کیا گیا۔

وفاقی حکومت کی تحقیقاتی کمیشن کی تشکیل: 30 مارچ 2024 کو وزیر اعظم شہباز شریف کی زیر صدارت وفاقی کابینہ کے اجلاس میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججوں کے خط میں عائد کیے گئے الزامات کی تحقیقات کے لیے ایک رکنی انکوائری کمیشن بنانے کی منظوری دیتے ہوئے سابق چیف جسٹس آف پاکستان جسٹس (ر) تصدق حسین جیلانی کو کمیشن کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ وفاقی کابینہ نے انکوائری کمیشن کی ٹرمز آف ریفرنس (ٹی او آرز) کی بھی منظوری دی جس کے مطابق:

- انکوائری کمیشن معزز ججز صاحبان کے خط میں عائد کردہ الزامات کی مکمل چھان بین کرے گا اور تعین کرے گا کہ یہ الزامات درست ہیں یا نہیں۔
- انکوائری کمیشن تعین کرے گا کہ کوئی اہلکار براہ راست مداخلت میں ملوث تھا؟
- کمیشن اپنی تحقیق میں سامنے آنے والے حقائق کی بنیاد پر کسی بھی ایجنسی، محکمے یا حکومتی ادارے کے خلاف کارروائی تجویز کرے گا۔
- کمیشن کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ انکوائری کے دوران ضروری سمجھے تو کسی اور معاملے کی بھی جانچ کر سکے گا۔

جسٹس (ر) تصدق حسین جیلانی کی تحقیقاتی کمیشن کی سربراہی سے معذرت: ابتدائی طور پر کمیشن کے سربراہ جسٹس (ر) تصدق حسین جیلانی نے "اردو نیوز" سے خصوصی گفتگو کرتے ہوئے تحقیقاتی کمیشن کی سربراہی کے لیے رضامندی ظاہر کی۔ تاہم 31 مارچ 2024 کو جسٹس (ر) تصدق حسین جیلانی نے وزیر اعظم شہباز شریف کو لکھے گئے خط میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے ججوں کے خط میں لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کے لیے وفاقی حکومت کی جانب سے تشکیل دیئے گئے تحقیقاتی کمیشن کی سربراہی سے معذرت کرتے ہوئے موقف اپنایا کہ میں نے 6 ججوں کے لکھے گئے خط اور کابینہ کی جانب سے منظور کردہ ٹرمز آف ریفرنس کے ساتھ ساتھ آرٹیکل 209 کو دیکھا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ معاملہ آرٹیکل 209 کے تحت نہیں آتا کیونکہ 6 ججوں نے خط میں سپریم جوڈیشل کونسل اور اس کے چیئرمین چیف جسٹس آف پاکستان کو مخاطب کیا ہے۔ لہذا یہ عدالتی وقار کی خلاف ورزی ہوگی کہ ایسے معاملے کی انکوائری کروں جو سپریم جوڈیشل کونسل یا سپریم کورٹ کے دائرہ اختیار میں آتا ہے۔

سپریم کورٹ کا از خود نوٹس اور سماعتوں کا احوال: 31 مارچ 2024 کو 300 سے زیادہ وکلاء کی جانب سے عدالت عظمیٰ میں دائر کردہ درخواست میں اسلام آباد ہائی کورٹ کے 6 ججوں کے خط کے معاملے پر سپریم کورٹ سے آئین کے آرٹیکل 184(3) کے تحت از خود نوٹس لینے کا مطالبہ کیا گیا۔ یکم اپریل 2024 کو چیف جسٹس قاضی فائز عیسیٰ نے معاملے پر از خود نوٹس لیتے ہوئے معاملے کی سماعت کے لیے اپنی سربراہی میں سپریم کورٹ کے جسٹس منصور علی شاہ، جسٹس یحییٰ خان آفریدی، جسٹس جمال خان مندوخیل، جسٹس اطہر من اللہ، جسٹس مسرت ہلالی اور جسٹس نعیم اختر افغان پر مشتمل 7 رکنی لارجر بنچ تشکیل دے دیا۔

3 اپریل 2024 کو سپریم کورٹ کے 7 رکنی لارجر بنچ نے معاملے پر پہلی سماعت کی۔ اس موقع پر چیف جسٹس آف پاکستان قاضی فائز عیسیٰ نے معاملے کی سماعت کے لیے فل کورٹ تشکیل دینے کا عندیہ دیتے ہوئے سماعت 29 اپریل 2024 تک ملتوی کر دی۔ 11 اپریل 2024 کو جاری کردہ 6 صفحات پر مشتمل تحریری حکم نامہ میں اٹارنی جنرل آف پاکستان، پاکستان بار کونسل اور سپریم کورٹ بار کو نوٹس جاری کرتے ہوئے معاملے پر اعلیٰ عدلیہ کا طرز عمل اور ردعمل کیا ہونا چاہیے، کس طریقہ کار کے تحت مستقبل میں ایسے معاملات سے نمٹا جا سکتا ہے، ذمہ داروں کا تعین اور ان کے خلاف کارروائی کا کیا طریقہ کار ہونا چاہیے؟ ان پر سے تجاویز طلب کرتے ہوئے آئندہ سماعت کے لیے 30 اپریل 2024 کو دن ساڑھے 11 بجے کا وقت مقرر کر دیا۔ جبکہ جسٹس یحییٰ آفریدی نے 5 صفحات پر مشتمل نوٹ میں بنچ میں شامل ہونے سے معذرت کر لی۔ جبکہ جسٹس اطہر من اللہ نے 4 صفحات پر مشتمل اختلافی نوٹ لکھتے ہوئے تحریری حکمنامے کے ایک سے زائد پیراگراف سے عدم اتفاق کیا۔

27 اپریل 2024 کو سپریم کورٹ نے عدالتی معاملات میں انٹیلی جنس ایجنسیوں کی مداخلت کے الزامات کی تحقیقات کے لیے از خود نوٹس کیس 1 اور درخواستوں کو یکجا کر دیا۔

30 اپریل 2024 کو سماعت کے آغاز پر چیف جسٹس پاکستان نے واضح کیا کہ گزشتہ سماعت پر فل کورٹ بنانے کا عندیہ دیا تھا لیکن 2 جج موجود نہیں تھے۔ سماعت کی تشکیل پر جاری کردہ تحریری حکمنامے کے مطابق پانچوں ہائی کورٹس اور پاکستان بار کونسل نے اپنی تجاویز جمع کروائیں۔ بتایا گیا کہ اس معاملے پر سپریم کورٹ بار کا اجلاس نہیں ہوا، مناسب ہوگا بار ایسوسی ایشن کے صدر اور سیکرٹری الگ الگ یا مشترکہ طور پر تحریری جواب جمع کرائیں۔ اگر تجاویز پر اتفاق نہ ہو تو الگ الگ دیا جا سکتا ہے۔ اٹارنی جنرل کو ہدایت ہے کہ متعلقہ وفاقی حکومت کا جواب جمع کرائیں۔ وفاقی حکومت تجاویز جمع کرانا چاہے تو الگ سے دے سکتی ہے۔ اٹارنی جنرل ایجنسیوں کا جواب بھی جمع کرائیں۔ کسی بھی درخواست گزار کو فریق بننے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ بعد ازاں کیس کی سماعت 7 مئی 2024 تک ملتوی کر دی گئی۔

7 مئی 2024 کو معاملے کی سماعت کے موقع پر اٹارنی جنرل آف پاکستان نے وفاقی حکومت کا جواب جمع کرانے کے لیے آئندہ ہفتے تک کا وقت مانگ لیا۔ جبکہ سپریم کورٹ بار ایسوسی

جسٹس نے سپریم کورٹ میں تجاویز جمع کروائیں۔ چیف جسٹس آف پاکستان قاضی فائز عیسیٰ کی سربراہی میں عدالت عظمیٰ کے 5 رکنی بینچ نے مختلف تجاویز پر سماعت کے بعد عدلیہ میں مداخلت کے کیس کی سماعت بینچ کی تشکیل سے مشروط کرتے ہوئے غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دی۔

پاکستان کی عدلیہ کی کہانی عدالت عظمیٰ کے جج کی زبانی

27 اپریل 2024ء کو لاہور میں عاصمہ جہانگیر کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عدالت عظمیٰ کے جسٹس منصور علی شاہ نے کہا کہ ہماری عدالتی [illegible] ہمیں اپنے ادارے میں اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی عدلیہ میں [illegible] کیسز زیر التوا ہیں۔ [illegible] 70 ہزار [illegible] کیس فائل ہو رہے ہیں۔ [illegible] 110 ارب [illegible] 90 فیصد [illegible] ادارے کا بجٹ 110 ارب [illegible] صرف 13 [illegible] ماتحت عدالتوں کو 21 ہزار ججز کی ضرورت ہے۔ پاکستان میں خواتین ججز کی تعداد صرف 572 ہے۔ پورے ملک کی عدلیہ صرف [illegible] ججز کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ ان میں سے بھی [illegible] کے فیصلوں کی کوئی [illegible] رپورٹ [illegible] کہ پاکستان کی عدلیہ [illegible] میں 130 ویں نمبر پر ہے۔ [illegible] انہوں نے کہا کہ [illegible] کیا اس طرح کوئی [illegible] 250000 [illegible] 1000 [illegible] 203 [illegible] "مصنوعی ذہانت" کی ضرورت ہے۔

5) کچے کے علاقے میں ڈاکوؤں کا راج

کچے کا علاقہ کیا ہے؟

کچہ دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر موجود وسیع و عریض علاقوں کو کہتے ہیں جس کا بنیادی مقصد دریا میں طغیانی کی صورت میں سیلاب کو روکنا ہوتا ہے۔ ڈاکو راج کی وجہ سے مشہور کچے کا علاقہ دریائے سندھ کے دونوں اطراف صوبہ پنجاب کا انتہائی جنوبی، صوبہ سندھ کا شمالی اور [illegible] صوبہ بلوچستان [illegible] سے متصل علاقہ کچے کا علاقہ کہلاتا ہے جس میں صوبہ پنجاب کے اضلاع راجن پور اور رحیم یار خان اور جنوب میں ان کے ساتھ متصل صوبہ سندھ کے اضلاع میں کشمور، شکارپور، گھوٹکی، سکھر اور جیکب آباد [illegible] اور صوبہ بلوچستان کا ضلع [illegible] بھی شامل ہیں۔ یہ علاقہ اور اس کے گرد و نواح کا علاقہ ڈاکوؤں کی وجہ سے جانا جاتا ہے اور عام حالات میں بھی پولیس کے لیے "نو گو ایریا" بنا رہتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق کچے کے علاقے میں تقریباً آٹھ بڑے جبکہ 11 چھوٹے گینگ اور [illegible] قبیلوں کے لوگ پناہ لیے ہوئے ہیں۔ ان کی پشت پناہی [illegible] سندھ اور راجن پور کے علاوہ رحیم یار خان کی پولیس اور [illegible] کرتے ہیں۔ علاقے سے واقف مبصرین اور پولیس افسران کا کہنا ہے کہ کچے کے علاقے میں گھنے جنگل اور دریا کے اندر جزیرہ نما [illegible] انہیں محفوظ پناہ گاہ [illegible] ہے۔ سالہا سال سے پاکستان کے سیکیورٹی ادارے یہاں سے ڈاکو گینگ کے خاتمے کے لیے مختلف آپریشن کر چکے ہیں لیکن کوئی خاطر خواہ [illegible] میں ناکام رہتے ہیں۔ [illegible] ڈاکوؤں کا ایک گروہ ختم ہوتا ہے تو چند ہی دنوں میں کئی اور گروہ اس کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اس علاقے میں دریائے سندھ کے دونوں اطراف [illegible] موجود جنگلات، جھاڑیوں اور [illegible] کی وجہ سے یہاں ڈاکوؤں کے لیے چھپ کر کارروائیاں کرنا [illegible] آسان ہے۔ علاوہ ازیں ان علاقوں میں کئی بڑے زمینداروں کی [illegible] کہا جاتا ہے کہ ان میں سے کئی بڑے زمیندار سیاست میں متحرک رہنے کے لیے اور اپنے مخالفین کو نیچا دکھانے کے لیے ان ڈاکوؤں کی سرپرستی کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ پولیس اور سیکیورٹی ادارے ان ڈاکوؤں کے گینگوں کا مکمل صفایا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔

کچے کے ڈاکوؤں کے خلاف کیے گئے آپریشن: ایک جائزہ

سندھ میں ڈاکو راج اور بدامنی کے خاتمے کے لیے پہلا جامع آپریشن 1992ء میں کیا گیا جو تمام سیکیورٹی اداروں اور اس وقت کی سیاسی حکومت کے [illegible] ناکام رہا۔ [illegible] آپریشن کے [illegible] کیا جاتا ہے۔

2016ء میں آرمی، رینجرز اور پولیس فورسز کی [illegible] مشترکہ کارروائیوں کے نتیجے میں بڑی جانفشانی سے جنوبی پنجاب میں موجود چھوٹو گینگ کا خاتمہ کیا لیکن اس کی جگہ ڈاکوؤں کے کئی اور گینگ سرگرم ہو گئے۔

مئی 2021ء میں سندھ کے کچے کے علاقے میں بھی پولیس نے ڈاکوؤں کے خاتمے کے لیے آپریشن کیا جو ناکام رہا۔ اس موقع پر وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے پولیس کی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ شکارپور میں [illegible] پولیس اہلکار شہید ہوئے۔

اپریل 2023ء میں صوبہ پنجاب اور سندھ کی پولیس فورسز دونوں صوبوں میں موجود کچے کے علاقے میں مشترکہ آپریشن [illegible] جاری رکھا گیا [illegible] کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ مل سکی اور کچے کے علاقے میں آج بھی ڈاکوؤں کا راج ہے۔

شمالی سندھ میں امن و امان کی صورت حال پر گہری نظر رکھنے والے سکھر کے صحافی [illegible] کا کہنا ہے کہ گزشتہ 3 دہائیوں کے دوران ڈاکو گروہوں کے خلاف ہونے والے [illegible]

آپریشنز کے علاوہ سندھ کے کچے کے علاقے میں ڈاکو گروہوں کے خلاف اب تک ہونے والے سارے آپریشن "کاسمیٹک آپریشن" تھے اس میں پہلے ہی سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت ڈاکوؤں کے ان علاقے ہونے دکھائے جاتے ہیں۔ کچے کے علاقے میں موجود ڈاکو راج کے خاتمے کے لیے حکومت اور سیکورٹی اداروں کی عدم سنجیدگی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کسی بھی سرکاری ادارے کی جانب سے کچے کے علاقے میں موجود ڈاکو نیٹ ورک، ان کی کاروائیوں، سیکورٹی اداروں کے آپریشنز میں سیکورٹی اہلکاروں یا ڈاکوؤں کی ہلاکت اور ڈاکوؤں کے ہاتھوں عام شہریوں کی اموات اور اغوا کاریوں سے متعلق کوئی جامع رپورٹ موجود نہیں۔ اس حوالے سے اعداد و شمار کے حصول کے لیے میڈیا رپورٹوں پر انحصار کرنا پڑتا ہے جو بیشتر نامکمل اور مبالغہ آمیز ہوتی ہیں۔

کچے کے ڈاکوؤں کا نیٹ ورک: وائس آف امریکہ اردو کی رپورٹ کے مطابق پہلے سکھر اور لاڑکانہ ڈویژن کے ڈی آئی جی پولیس رہنے والے اور حال ہی میں [illegible] کا دعویٰ ہے کہ کچے کی زرخیز زمینوں پر گندم اور دیگر فصلیں کاشت ہوتی ہیں۔ ان فصلوں سے ہونے والی آمدنی کا بڑا حصہ کچے میں ڈاکوؤں کے سپورٹ سسٹم یعنی لوگوں کے پاس جاتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ڈاکوؤں کے پاس جدید اسلحہ افغانستان سے آ رہا ہے۔ ان کے مطابق گھوٹکی کے قریب کچھ عرصہ قبل اسلحے سے بھری ایک گاڑی پکڑی گئی جس میں اسلحہ [illegible] پولیس کا ایک حاضر سروس اہلکار لے کر جا رہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ [illegible] کی جاتی ہو ایک [illegible] ہے۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکوؤں کا مسئلہ حل کرنے کے لیے جب تک اہل پولیس افسر فری ہینڈ کے ساتھ تعینات نہیں ہوں گے ڈاکوؤں کا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔

کچے کے علاقے میں اغوا برائے تاوان:

- 24 مارچ 2024ء کو روزنامہ جنگ کی ایک رپورٹ کے مطابق گزشتہ دو برس میں کچے کے علاقوں میں 400 سے زیادہ افراد کو اغوا کیا گیا۔
- مارچ 2024ء میں روزنامہ ایکسپریس اور روزنامہ پاکستان کی جانب سے شائع کردہ مختلف رپورٹس کے مطابق رواں سال 2024ء کے پہلے 2 ماہ کے دوران صوبہ سندھ میں 100 سے زائد افراد اغوا ہو چکے ہیں جن میں 50 افراد تاوان کی خطیر رقم ادا کرنے کے بعد رہا ہو چکے۔ جبکہ بعض دیگر رپورٹس کے مطابق کم از کم 300 افراد اب بھی کچے کے ڈاکوؤں کے پاس قید میں ہیں۔
- 24 مارچ 2024ء کو وائس آف امریکہ کی ایک رپورٹ کے مطابق پولیس اور مقامی صحافیوں کا کہنا ہے کہ 3 ہفتوں کے دوران کچے کے علاقے میں کم از کم 40 شہریوں کو تاوان کے حصول کے لیے اغوا کیا گیا جن میں ضلع شکارپور کے 10 شہری، کشمور کے 10 شہری، گھوٹکی کے 10 شہری، سکھر کے 4 شہری، سانگھڑ سے 3 شہری، میرپور ماتھیلو سے 2 شہری اور [illegible] سے اغوا کی گئی 2 بچیاں جن میں 12 برس کی [illegible] اور [illegible] شامل ہیں جنہیں تاحال بازیاب نہیں کرایا جا سکا۔
- ایک مقامی صحافی عمران [illegible] نے وائس آف امریکہ کو بتایا کہ گزشتہ تین ماہ کے دوران کشمور سے [illegible] شہری اغوا ہوئے اور الگ الگ [illegible] سارے مغوی ڈاکوؤں کو تاوان کی ادائیگی کے بعد رہا ہو کر گھر واپس آئے۔
- 14 مارچ 2024ء کو [illegible] ایک شہری ڈاکوؤں کو 70 لاکھ روپے ادا کرنے کے بعد بازیاب ہو سکا۔
- سانگھڑ سے اغوا کیے گئے تین شہریوں کی رہائی کے لیے ڈاکوؤں نے ایک کروڑ 25 لاکھ روپے تاوان طلب کیا [illegible] تاوان کی رقم میں مزید 50 لاکھ روپے کا اضافہ کر دیا۔
- ڈاکوؤں نے 2021ء کے [illegible] محمد [illegible] کو اغوا کرنے کی ویڈیو جاری کرتے ہوئے ان کی رہائی کے لیے پہلے 100 لاکھ روپے طلب کیے پھر تاوان کی رقم کم کر کے 25 لاکھ روپے کی گئی۔ تاہم ان کے اہل خانہ کی جانب سے یہ رقم بھجوائے جانے پر آخری میں 10 لاکھ روپے تاوان ادا کیا۔
- سکھر کی ایک ہندو بچی پریا کماری کو 19 اگست 2021ء کو اغوا کیا گیا تھا مگر وہ تاحال بازیاب نہیں ہو سکی ہے۔
- جیکب آباد سے 11 برس قبل حافظ [illegible] محمد [illegible] شہری کو اغوا کیا گیا تھا جب کہ دیگر [illegible] شہری [illegible] قبل اغوا کیے گئے تھے مگر تاحال ان کو واپس لانے میں انتظامیہ کو کامیابی نہیں ملی۔
- ضلع جیکب آباد کی تحصیل ٹھل سے 17 برس قبل [illegible] کو اغوا کیا گیا تھا پولیس [illegible] تاحال بازیاب نہیں کرا سکی۔

ڈاکوؤں کے ہاتھوں قتل کی وارداتیں:

- 11 مارچ 2024ء کو کچے کے ڈاکوؤں نے [illegible] کر تاوان کے حصول کے لیے اغوا کیے گئے [illegible] آباد کے 2 [illegible] اور [illegible] کو تاوان کی رقم ادا نہ کرنے پر قتل کر کے ان کی لاشیں دریائے سندھ میں بہا دیں۔
- 16 مارچ 2024ء کو ایک اسکول ٹیچر اللہ [illegible] اسکول جانے کے لیے نکلے تو ڈاکوؤں نے ان کو قتل کر دیا۔ اس سے قبل بھی اسی ضلع میں شعبہ تعلیم سے وابستہ پروفیسر [illegible] کو قتل کیا گیا تھا۔
- کشمور میں ڈاکوؤں کے مطالبے پر رقم نہ دینے پر [illegible] ایک شخص کو قتل کر دیا گیا۔

- ڈاکوؤں کی کارروائیوں کی رپورٹنگ کرنے کے حوالے سے مشہور صحافی جان محمد مہر کو چند ماہ قبل سکھر شہر میں پریس کلب کے نزدیک کچے کے ڈاکو قتل کر کے با آسانی فرار ہو گئے۔ ان کے قاتلوں کا پولیس تا حال کوئی سراغ نہیں لگا سکی۔
- ان واقعات کے علاوہ 5 اپریل 2024ء کو وائس نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق جاری برس 2024ء کے پہلے 3 ماہ کے دوران صرف کراچی شہر میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں 54 افراد ڈکیتی مزاحمت کے دوران قتل ہو چکے ہیں۔

طریقۂ واردات: سندھ کے علاقے شکارپور، کشمور، گھوٹکی، سکھر اور جیکب آباد کے کچے کے ڈاکو شہریوں کو اغوا کرنے کے لیے سوشل میڈیا اور موبائل فون کا استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکو لوگوں کو گاڑیاں سستے داموں پر فروخت کرنے کا لالچ دیتے ہیں جب وہ اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں ان کو گاڑی دکھانے کا جھانسہ دیا جاتا ہے تو ان کو اس مقام سے اغوا کر لیا جاتا ہے۔ ڈاکو موبائل فون میں اس طرح کی ایپلیکیشن استعمال کرتے ہیں جس سے آواز کو لڑکیوں کی آواز میں بدل دیا جاتا ہے۔ لڑکیوں کی آواز میں فون کال کے ذریعے بھی لوگوں کو یرغمال بنایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لوگوں کو کام کا جھانسہ دے کر بلایا جاتا ہے اور بعد ازاں اغوا کر لیا جاتا ہے جیسا کہ مثال کے طور پر یہ مشہور ہے کہ ستمبر 2023ء میں تین باورچیوں کو دعوت کا کھانا پکانے کے لیے ڈاکوؤں نے بلایا اور پھر ان کو اغوا کر لیا گیا۔

6) جماعت اسلامی پاکستان کی اہم سرگرمیاں

مئی 2024ء کے دوران امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے مختلف پروگرامات میں قومی و بین الاقوامی صورتحال پر اظہار خیال کیا۔ ذیل میں مختلف موضوعات پر امیر جماعت اسلامی کا بیانیہ پیش کیا جا رہا ہے:

عالمی یوم مزدور: منصورہ مرکز لاہور میں یکم مئی 2024ء کو عالمی یوم مزدور کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے حکمرانوں پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا کہ مزدوروں کا حق کھا کر میڈیا پر بیان دینے والے حکمران سمجھتے ہیں کہ مزدوروں کا حق ادا کر دیا ہے لیکن درحقیقت ان حکمرانوں کو مزدوروں کے حقوق کا احساس تک نہیں۔ صرف یہ دیکھیں مزدوروں کا حق دیا جاتا ہے، ان کا تحفظ کیا جاتا ہے لیکن ان سے حکمرانوں کو پوچھنا تک نہیں کہ مزدور بیمار پڑ جائے تو اس کے گھر کا کیا عالم ہو گا۔ مزدور کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے کہ وہ امت کے عظیم ترین شخص نبی مہربان ﷺ کا ہم پیشہ ہے۔ ہمارا موجودہ نظام تو عجیب ہے جس کی وجہ سے رشوت و حرام خوری عام ہے۔ ہمارے اس نظام میں استحصال ہے یہی وجہ ہے کہ غریب کا بچہ اسکول نہیں جا سکتا۔ ملک میں استحصالی طبقہ متحد ہے جبکہ مزدور، کسان اور عوام تقسیم ہیں جس کی وجہ سے مہنگائی اور بے روزگاری ہے۔ ان سب مسائل کے باوجود ہمیں مایوس نہیں بلکہ منظم ہونے کی ضرورت ہے کیونکہ منظم جدوجہد ہی سے عوام کو حقوق ملیں گے۔ ہمارے سامنے دو راستے ہیں یا تو حالات کو قسمت سمجھ کر قبول کر لیں یا پھر کرپٹ نظام کے خلاف مزاحمت کریں۔ آخر میں امیر جماعت نے شرکاء سے کہا کہ ملک میں بے پناہ وسائل ہیں لیکن ہمیں تہیہ کرنا ہو گا کہ حلال رزق کمائیں گے اور حق کے لیے مزاحمت کریں گے تو اللہ ہمارے لیے تمام راستے کھول دے گا۔

اسلام آباد میں پریس کانفرنس: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے 12 مئی 2024ء کو اسلام آباد میں پریس کانفرنس سے خطاب کے دوران کہا کہ غزہ میں 40 ہزار فلسطینی شہید اور 11 ہزار لاپتہ ہو چکے ہیں۔ غزہ میں اسرائیل نے قحط کی صورت پیدا کر دی ہے جس کی وجہ سے بھی لوگ مر رہے ہیں لیکن عالمی برادری تو کیا، مسلمان حکمران بھی خاموش ہیں۔ امیر جماعت نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل رفح بارڈر کیسے بند کر رہا ہے، امریکہ اعلانیہ اسرائیل کو مدد دے رہا ہے۔ امیر جماعت نے عالمی عدالت انصاف کی جانب سے اسرائیل کو رفح میں آپریشن روکنے کے حکم کا خیر مقدم کرتے ہوئے سوال اٹھایا کہ اس ناجائز ریاست سے عالمی عدالت کے حکم پر عمل کون کروائے گا؟ اسلام آباد میں اسلامی جمعیت طلبہ نے اسرائیلی بربریت کے خلاف مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے ان کو تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ امریکہ کے باہر تو مظاہرہ کیا جا سکتا ہے مگر اسلام آباد میں نہیں۔ مسلمان حکمران کان کھول کر سن لیں کہ غزہ کے معاملے پر موثر آواز اٹھانی چاہیے کیونکہ اگر آج فلسطینیوں کی باری ہے تو کل کسی اور کی ہو گی۔

جماعت اسلامی کا پشاور میں غزہ فلسطین مارچ: 19 مئی 2024ء کو امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے پشاور میں غزہ فلسطین مارچ کے جم غفیر سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ سات ماہ سے ایک فلسطینی نے بھی نہیں کہا کہ وہ سرنڈر کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اہل فلسطین کی جدوجہد مسلم دنیا کی افواج کے لیے سبق ہے۔ امریکی مرضی سے پاکستان میں بھی حکومتیں مسلط کی جاتی ہیں۔ کے پی اور بلوچستان میں بدامنی ہے، پنجاب میں پولیس دہشت گردی کر رہی ہے۔ ہمیں فلسطینیوں کے لیے نکلنا ہو گا۔ اسلامی دنیا کے حکمران بے حمیتی کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے امت کے جذبات کی حقیقی ترجمانی کریں۔ ملک کے وزیر اعظم شہباز شریف تو بھی

محفلوں میں خود تسلیم کرتے ہیں کہ ہم بے اختیار ہیں۔ حکمران تو آزادی سے سب اسرائیل کو دو ٹوک پیغام دیں۔ اسلام آباد میں فلسطین کی صورتحال پر اسلامی دنیا کے سربراہان کا اجلاس بلایا جائے۔ غزہ میں چالیس ہزار افراد شہید کر دیے گئے۔ رفح کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے، [illegible] ہو چکا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ اقوام متحدہ بے بس ادارہ ہے۔ اس موقع پر حماس کے سربراہ اسماعیل ہنیہ نے بھی خصوصی طور پر شرکا سے آن لائن خطاب کیا جس میں انہوں نے جماعت اسلامی اور پاکستانی قوم کی جانب سے فلسطین کاز سے محبت و عقیدت پر سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اس عہد کا اعادہ کیا کہ اہل فلسطین اور مجاہدین حماس فلسطین کی آزادی کے لیے جدوجہد جاری رکھیں گے اور ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔

تباہ حال ملکی معیشت پر محترم امیر جماعت کی گفتگو: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے ملکی معیشت کی تباہ حالی پر شدید افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جب تک سودی معیشت جاری رہے گی ملکی معیشت ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ 1991ء کی دہائی میں میاں نواز شریف نے سود کے خاتمے کے خلاف عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کی اور ریاست مدینہ کی دعویدار پی ٹی آئی حکومت نے بھی سود کے خاتمے کے لیے کچھ نہیں کیا۔ موجودہ معیشت پر روز اول جھوٹے خوشنما اعداد و شمار جاری کیے جا رہے ہیں۔ جعلی حکومت بہتری نہیں لا سکتی۔ سرمایہ کاری کے دعوے فراڈ ہیں۔ ملکی آمدن کا 70 فیصد قرض و سود کی ادائیگی میں چلا جاتا ہے۔ آئی پی پیز کو 2100 ارب کیپسٹی چارجز کی مد میں ادا کیے جاتے ہیں۔ حکمران اشرافیہ اپنی مراعات کم کرنے کو تیار نہیں مگر آئی ایم ایف کے حکم پر سارا بوجھ عوام پر ڈال دیا جاتا ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہر حکومت آئی ایم ایف سے معاہدے پر خوشیاں مناتی ہے۔ آئی ایم ایف سے قسط آنے کی خوشی کے لیے [illegible] تمام اشیا [illegible] پر 18 فیصد ٹیکس لگا کر عوام کے ساتھ ظلم ہے۔ حکمران طبقہ آخر کب تک عوام پر بوجھ ڈال کر جاگیرداروں کو بچاتا رہے گا؟ قومی اور حساس نوعیت کے حامل ادارے پاکستان اسٹیل مل کو حکمرانوں کی نااہلی، کرپشن، اقربا پروری اور بد انتظامی نے تباہ و برباد کیا۔ معاشی گراوٹ کی بدولت ملک کے باصلاحیت نوجوان ملک سے باہر جا رہے ہیں اور غریب عوام کا مستقبل کے لیے فکر و تشویش اور چہروں پر مایوسی جھلک رہی ہے۔

ظالمانہ طرز حکمرانی کے خلاف محترم امیر جماعت کا موقف: امیر جماعت نے حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا کہ اگر عالمی مارکیٹ ریکارڈ توڑ رہی ہے تو پھر اس کا فائدہ پاکستانی عوام کو کیوں نہیں ہو رہا؟ عوام کے خون پسینے کی کمائی سے حکمران عیاشیاں کریں، ایسا نہیں چلے گا۔ حکمران ایک طرف قوم کے حق پر ڈاکہ ڈالتے ہیں تو دوسری طرف [illegible] ہے۔ دبئی [illegible] کے مطابق دبئی میں 22 ہزار پاکستانیوں کی جائیدادیں ہیں جن کی مالیت کا اندازہ 12.5 ارب ڈالرز لگایا گیا ہے۔ سیاستدان، فوجی جرنیل اور بیوروکریٹس قوم کو بتائیں کہ یہ دولت کہاں سے کمائی اور کس طرح باہر منتقل کی۔ ملک میں الیکشن کے نام پر جو ڈرامہ رچایا گیا اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ فارم 47 کی بنیاد پر عوامی رائے پر شب خون مارتے ہوئے جعلی حکومت مسلط کر دی گئی۔ [illegible] ہے کہ ملک میں آئین کو پامال کیا گیا ہے۔ سیاسی پارٹیوں اور [illegible] قابض ہیں جس کی وجہ سے [illegible] بلوچستان کے عوام کا حق [illegible] محروم کیا جا رہا ہے۔ صوبے میں گیس نکلنے کے باوجود وہاں کے لوگوں کو فراہم نہیں کی جا رہی ہے۔ [illegible] جب احساس محرومی [illegible] موجودہ حکومت [illegible] تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسٹیبلشمنٹ [illegible] الیکشن میں [illegible] فارم 47 [illegible]۔

ملک میں جاری بدامنی پر محترم امیر جماعت کا موقف: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے ملک میں جاری بدامنی پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ملک میں اس وقت ظلم و لاقانونیت کا بازار گرم ہے۔ آئے روز [illegible] کے ہاتھوں لوگ قتل ہو رہے ہیں [illegible]۔ بلوچستان میں اس حد تک خوف پھیل چکا ہے کہ عوام ظلم کے خلاف آواز بلند نہیں کر سکتے کیونکہ ان کو لاپتہ کر دیا جاتا ہے اور پھر سالوں تک ان کی موت و حیات کی کوئی خبر تک نہیں ملتی۔ اگر سب حکمران آئین کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے تو ملک کا نظام کس بنیاد پر چلے گا؟ [illegible] 2024ء کو کراچی کے [illegible] جماعت اسلامی کے تحت آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی جس میں سندھ کی مختلف سیاسی، سماجی، دینی، قوم پرست جماعتوں کے علاوہ وکلا، صحافی، [illegible] اور سول سوسائٹی کے نمائندوں نے شرکت کی۔

حق دو کسان مارچ سے محترم امیر جماعت کا خطاب: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمٰن نے 16 مئی 2024ء کو کسان مارچ کے شرکا سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ آج سے ایک بڑی تحریک کا آغاز ہو گیا ہے کیونکہ بلا ضرورت گندم امپورٹ کرنے کے لیے ملکی معیشت کو تباہ کیا گیا جس کی سزا [illegible] کسان کو دی جا رہی ہے۔ سابقہ نگران حکومت نے [illegible] ایک ارب ڈالر کی گندم درآمد کی [illegible] کسانوں سے گندم نہیں خریدی جا رہی۔ [illegible] ہیں اور ان کے مطالبات کے حق میں بھرپور احتجاج جاری رہے گا۔ حکمرانوں نے کسانوں کے پرامن مظاہرے پر پولیس سے لاٹھی چارج کروایا اور کسانوں کو گرفتار کیا جو اپنے حق کے لیے صرف آواز اٹھا رہے تھے۔ اسلام ظالم کے خلاف جدوجہد کا حکم دیتا ہے جبکہ حق کے لیے [illegible] برداشت کرنا ہو گی۔

امیر جماعت اسلامی پاکستان کی سوشل میڈیا ایگزیکٹوز سے نشست: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمن نے 7 مئی 2024ء کو سوشل میڈیا ایگزیکٹوز کے ساتھ ایک نشست میں دنیا بھر کے سوشل میڈیا ایگزیکٹوز کو غزہ میں ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ سوشل میڈیا کی طاقت ہے کہ فلسطینیوں کے حق میں تمام دنیا کی یونیورسٹیوں میں احتجاج ہو رہا ہے اور سوشل میڈیا کے سامنے اسرائیل جیسی طاقتور ریاست بھی نہیں ٹھہر سکی۔ انہوں نے سوشل میڈیا ایگزیکٹوز سے اپیل کرتے ہوئے کہا کہ وہ معاشرے کی اصلاح اور بہتری کے لیے اپنی طاقت کو بروئے کار لاتے ہوئے کام کریں۔ امیر جماعت نے کہا کہ ہم سب مل کر غزہ کے معصوم و مظلوم لوگوں کے لیے اپنا کردار ادا کرتے ہوئے آواز اٹھائیں کہ غزہ کے معصوم بچوں، بوڑھوں اور خواتین پر مظالم کے پہاڑ گرائے جا رہے ہیں لیکن عالمی برادری دکھاوے کے لیے صرف زبانی بیانات تک ہی محدود ہے اور کوئی عملی قدم اٹھانے کے لیے تیار نہیں۔ امیر جماعت کی اپیل پر 26 مئی 2024ء کو نماز جمعہ کے بعد اہل غزہ سے اظہار یکجہتی کے لیے ملک گیر یوم احتجاج منایا گیا۔

مرکزی مجلس شوریٰ اجلاس کے بعد امیر جماعت اسلامی پاکستان کی پریس کانفرنس: 27 مئی 2024ء کو منصورہ میں مرکزی مجلس شوریٰ کے اجلاس کے بعد پریس کانفرنس کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی حافظ نعیم الرحمن نے اعلان کیا کہ جماعت اسلامی آئین و قانون کی بالادستی، حقیقی انتخابی نتائج اور عوام کی فلاح و بہبود، جاگیردارانہ نظام سے آزادی کیلئے عید الاضحیٰ کے بعد ملک گیر تحریک چلائے گی اور یکساں تعلیمی نصاب، کسان اور خواتین کے حقوق کیلئے آواز بلند کرے گی۔ اس کے علاوہ جماعت اسلامی ملک کے 10 لاکھ نوجوانوں کو جدید ہنر سکھائے گی۔ واضح رہے کہ جماعت اسلامی نے تحریک کے لیے مرکزی مجلس شوریٰ اجلاس میں قومی ایجنڈا تشکیل دے دیا ہے۔

دبئی پراپرٹی لیکس پر امیر جماعت اسلامی پاکستان کا رد عمل: 21 مئی 2024ء کو لاہور میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمن نے دبئی پراپرٹی لیکس کے حوالے سے الیکشن کمیشن اور سپریم کورٹ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ دبئی پراپرٹی لیکس میں جنھوں نے اپنے اثاثے ظاہر نہیں کیے ہیں، الیکشن کمیشن فوری طور پر انہیں نااہل قرار دے اور سپریم کورٹ احتساب کیلئے کمیشن بنائے۔ ملک کا ایک مخصوص طبقہ اپنے اثاثے ظاہر نہیں کرتا لیکن ان سے کوئی باز پرس نہیں کی جاتی ہے جس کی وجہ سے لوگ پریشان ہیں۔ قانون تو ایک طرف، اخلاقی طور پر بھی ان برسر اقتدار شخصیات کو شرم آنی چاہیے کہ وہ بیرون ملک پاکستانیوں سے ملک میں پیسہ لانے کی اپیل کریں اور خود اپنے پیسے ملک سے باہر بھیجیں۔

امیر جماعت اسلامی پاکستان کا ایرانی سفارت خانہ کا دورہ: 22 مئی 2024ء کو امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمن نے اسلام آباد میں واقع ایرانی سفارت خانے کے دورہ کے موقع پر ایران کے سفیر رضا امیری مقدم سے ملاقات کی اور صدر ابراہیم رئیسی اور رفقاء کی ہیلی کاپٹر حادثے میں موت پر تعزیت کا اظہار کیا۔ امیر جماعت نے کہا کہ پاک ایران تعلقات کی بہتری کیلئے صدر رئیسی کی کوششوں کو یاد رکھا جائے گا اور دکھ کی اس گھڑی میں پاکستان اور جماعت اسلامی ایرانی قوم کے ساتھ ہیں۔ اس سے قبل 21 مئی 2024ء کو سابق امیر جماعت اسلامی پاکستان سراج الحق نے اسلام آباد میں ایرانی سفارت خانے کا دورہ کیا، ایرانی سفیر سے ملاقات کر کے اظہار تعزیت کی اور مہمانوں کی کتاب میں ایرانی صدر رئیسی کو زبردست خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان کی فلسطینیوں کی بھرپور حمایت پر ان کو عظیم کہا۔

نائب امیر جماعت لیاقت بلوچ کا دورہ ایران: ایرانی حکام سے اظہار تعزیت کے لیے جماعت اسلامی پاکستان کے نائب امیر لیاقت بلوچ نے ایران کا خصوصی دورہ کیا اور ایرانی صدر ابراہیم رئیسی اور ان کے رفقاء کی شہادت پر ایرانی حکام سے اظہار تعزیت کیا اور مسئلہ فلسطین کو دنیا بھر میں اجاگر کرنے پر ایرانی حکومت کا شکریہ ادا کیا۔

امیر جماعت اسلامی پاکستان کا مقبوضہ جموں و کشمیر کی حالت زار پر اظہار افسوس: امیر جماعت اسلامی پاکستان حافظ نعیم الرحمن نے مقبوضہ جموں و کشمیر میں بربریت کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ بھارت نے مقبوضہ ریاست میں ایک لاکھ سے زائد نہتے کشمیریوں کو شہید کیا جن کو انصاف دلانے والا کوئی نہیں۔ ہم نے پہلے بھی کہا اور آج بھی کہتے ہیں کہ قراردادوں سے مسئلہ حل نہیں ہو گا، بھارت کے خلاف جہاد کے اعلان کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ قوم اور نہتے کشمیری ان کے لیے لڑنے کو تیار ہے لیکن حکمران بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ مسلم حکمران امت مسلمہ کے ترجمان نہیں بلکہ مغرب کے غلام ہیں۔ جنرل باجوہ پر کشمیر پر سودے بازی کا الزام ہے جس کی تحقیقات کرائی جائیں کیونکہ یہ نہایت اہم معاملہ ہے۔ مظلوم کشمیری عوام آزادی کی خاطر طویل عرصے سے اپنے ناقابل تنسیخ حق خود ارادیت کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں لیکن ان کے حوصلے اب بھی پست نہیں ہوئے اور وہ اب بھی پاکستان کا پرچم لیتے ہیں اور اسی پرچم کی قیمت چکا رہے ہیں۔

7) تحریک آزادی جموں و کشمیر

مئی 2024ء کے دوران مقبوضہ ریاست جموں و کشمیر میں بھارتی فوجیوں نے اپنی ریاستی دہشت گردی کی مسلسل کارروائیوں کے دوران 11 کشمیریوں کو شہید کیا جن میں سے تین نوجوانوں کو جعلی مقابلوں یا دوران حراست شہید کیا گیا۔ بھارتی فوجیوں، پیرا ملٹری اور پولیس اہلکاروں نے محاصرے اور تلاشی کی کارروائیوں اور گھروں پر چھاپوں کے دوران جماعت اسلامی کے رہنماؤں، کارکنوں اور طلبہ سمیت 103 نوجوانوں کو گرفتار کیا۔ بھارتی فورسز کی طرف سے گزشتہ ماہ مقبوضہ علاقے میں مظاہرین پر طاقت کے وحشیانہ استعمال کے نتیجے میں کم از کم چار افراد زخمی ہوئے اور اس عرصے کے دوران مختلف کارروائیوں میں تین گھر بھی تباہ ہوئے۔ بھارتی فورسز اہلکاروں نے 5 اگست 2019ء کو دفعہ 370 کی منسوخی کے بعد سے اب

تک کم از کم 867 کشمیریوں کو شہید، 2400 سے زائد کو زخمی جبکہ 23 ہزار 4 سو 15 کو گرفتار کیا ہے۔ اس عرصے کے دوران علاقے کے اطراف و اکناف میں پر تشدد بھارتی فوجی کارروائیوں کے دوران 1 ہزار 1 سو 61 مکانات اور دیگر عمارتیں تباہ ہوئی ہیں۔

جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے ترجمان زاہد علی کی دوبارہ گرفتاری: بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں بھارتی پولیس نے جماعت اسلامی کے ترجمان ایڈووکیٹ زاہد علی کو دوبارہ گرفتار کر لیا ہے۔ ایڈووکیٹ زاہد علی کو جموں خطے کی کٹھوعہ جیل سے رہا کیا گیا تھا۔ انہیں تین سال سے زائد عرصے کی طویل غیر قانونی نظربندی کے بعد حال ہی میں عدالت پر رہا کیا گیا تھا۔ زاہد علی کو پولیس نے ضلع پلوامہ کے علاقے تہاب سے ان کی رہائش گاہ سے گرفتار کرنے کے بعد نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا ہے۔ واضح رہے کہ زاہد علی کو جو جماعت اسلامی مقبوضہ کشمیر کے پبلسٹی بیورو کے سربراہ اور چیف ترجمان ہیں، پہلی بار 22 مارچ 2019 کو حراست میں لیا گیا تھا اور انہیں 11 اپریل 2020 کو رہا کیا گیا تھا، دوبارہ انہیں 20 جون 2020 کو گرفتار کیا گیا تھا اور حال میں رہا کیا گیا تھا۔

"15 مئی خاندانوں کا عالمی دن اور مظلوم کشمیری خاندان"

15 مئی 2024 کو "خاندانوں کا عالمی دن" منایا گیا۔ جبکہ بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں کشمیری خاندان 1947 سے جاری بھارتی ریاستی دہشت گردی کی وجہ سے سخت مسائل و مشکلات کا شکار ہیں اور خاندانوں کا عالمی دن ان خاندانوں کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ بھارت نے جموں وکشمیر پر اپنا غیر قانونی قبضہ برقرار رکھنے کیلئے یہاں نو لاکھ سے زائد فوجی اہلکار تعینات کر رکھے ہیں اور مقبوضہ علاقہ اس وقت دنیا کا سب سے بڑا فوجی چھاؤنی اور جیل خانہ بن چکا ہے۔ قابض بھارتی فوجی نہتے کشمیریوں کو روزانہ قتل، گرفتار اور خواتین کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔ ہزاروں افراد کے اہل خانہ شدید ذہنی کرب کا شکار ہیں اور وہ یہ نہیں جانتے کہ آیا ان کے پیارے زندہ بھی ہیں یا شہید کیے جا چکے ہیں۔

شوپیاں میں عصمت دری اور دوہرے قتل کے متاثرین 15 سال بعد بھی انصاف سے محروم: بھارتی فورسز کے ہاتھوں شوپیاں میں عصمت دری اور قتل کا نشانہ بننے والی دو خواتین نیلوفر اور آسیہ کے اہل خانہ 15 سال گزر جانے کے باوجود بھی انصاف سے محروم ہیں۔ بھارتی فورسز کے اہلکاروں نے مئی 2009 میں آسیہ اور نیلوفر کو اغوا کرنے کے بعد جنسی زیادتی کا نشانہ بنایا اور بعد میں دونوں خواتین کو قتل کر دیا جن کی لاشیں 30 مئی 2009 کو ایک ندی سے ملی تھیں۔ شوپیاں عصمت دری اور قتل کا واقعہ مقبوضہ جموں وکشمیر میں بھارتی فوجیوں کی بربریت کی ایک واضح مثال ہے اور یہ واقعہ بھارت کی طرف سے ادارہ جاتی اور منظم تشدد کا ثبوت ہے۔ واضح رہے کہ 1990 کے بعد سے بھارتی فوجیوں کی طرف سے زیادتی، اجتماعی عصمت دری اور جنسی بدسلوکی کے 11 ہزار 263 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔

عالمی ادارہ صحت کی کشمیری ڈاکٹر کو تمباکو نوشی کی روک تھام میں خدمات پر ایوارڈ: غیر قانونی طور پر بھارت کے زیر قبضہ جموں وکشمیر سے تعلق رکھنے والے معروف ڈاکٹر میر مشتاق کو عالمی ادارہ صحت نے تمباکو نوشی کی روک تھام میں غیر معمولی خدمات پر ایوارڈ سے نوازا ہے۔ محکمہ صحت میں تمباکو نوشی کی روک تھام کے پروگرام سے منسلک ڈاکٹر مشتاق یہ اعزاز حاصل کرنے والے مقبوضہ جموں وکشمیر کے پہلے ڈاکٹر ہیں۔ تمباکو نوشی کی روک تھام میں ان کی انتھک کوششوں اور حوصلہ افزا کام نے کمیونٹی اور صحت عامہ کی بہبود میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔

مقبوضہ جموں وکشمیر پر اپنا فوجی قبضہ برقرار رکھنے کے لیے مودی سرکار کا انتخابی ڈرامہ: بھارت کے غیر قانونی زیر قبضہ جموں وکشمیر میں بھارتی فوج کے محاصرے میں لوک سبھا (قومی اسمبلی) کے ڈھونگ انتخابات محض ایک دکھاوے کے سوا کچھ نہیں ہیں۔ بھارت اپنے فوجی قبضے کو برقرار رکھنے کے لیے بھارت کے ساتھ مقبوضہ علاقے میں بھی ڈھونگ انتخابات کا ڈرامہ رچا رہا ہے اور مئی کے مہینے میں مقبوضہ جموں وکشمیر میں نام نہاد انتخابات کا مقصد بھارت کے فوجی قبضے کو جمہوری رنگ دینا ہے۔ واضح رہے کہ 1990 کے بعد پہلی بار مودی کا مقبوضہ کشمیر میں انتخابات نہ لڑنے کا فیصلہ سیاسی فرار اور اس بات کی دلیل ہے کہ انہیں خدشہ ہے کہ ان کے دعوؤں سے یہ ظاہر ہو سکتا ہے کہ کشمیر میں امن اور مزید ترقی ہے جیسا کہ مودی دعویٰ کرتے ہیں۔ جبکہ مودی کا دعویٰ ہے کہ 2019 میں ان کے فیصلے کی وجہ سے کئی سالوں کے تشدد اور بدامنی کے بعد کشمیر کے حالات معمول پر آ گئے ہیں اور وہ خطے میں سرمایہ کاری کو راغب کرنے اور روزگار کے مواقع پیدا کریں گے۔

عالمی رپورٹ میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں بھارت سر فہرست: دنیا کی سب سے بڑی نام نہاد جمہوریت بھارت میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کی تاریخ بہت طویل ہے اور جب بھی انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے کوئی عالمی رپورٹ سامنے آتی ہے تو بھارت اس میں سر فہرست ہوتا ہے جس کی کچھ تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

- انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے حوالے سے امریکی کانگریشنل ریسرچ سروس کی "بھارت میں انسانی حقوق کا جائزہ" کے عنوان سے اپریل 2024 کی جاری کردہ رپورٹ کے مطابق بھارت انسانی حقوق کی بے شمار خلاف ورزیوں کا مرتکب پایا گیا ہے جن میں سے اکثر سنگین نوعیت کی خلاف ورزیاں ہیں۔ رپورٹ کے مطابق انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں میں حد درجہ شدت پائی گئی ہے، بھارتی حکومت نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔
- آسٹریلیا، امریکہ اور کینیڈا میں سکھ علیحدگی پسندوں کی آڑ میں ہونے والی بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کا ایک اور ٹیرر ونگ بے نقاب ہو گیا ہے۔ 30 اپریل 2024 کو بھارتی خفیہ ایجنسی کے

ایجنٹوں کو آسٹریلیا کی ہوائی اڈے اور دیگر حساس دفاعی اور تجارتی معاہدوں کی جاسوسی میں گرفتار کیا اور خفیہ معلومات چرانے پر پکڑے جانے کے بعد بھارتی جاسوسوں کو آسٹریلیا سے بے دخل کر دیا گیا ہے۔ اس سے قبل بھی 2020 میں بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کے دو افسران کو جاسوسی کے الزام میں آسٹریلیا سے نکالا گیا تھا۔ واضح رہے کہ کینیڈا میں ہردیپ سنگھ نجر کا قتل اور امریکہ میں پنوں سنگھ کے قتل کی منصوبہ بندی دنیا میں روز روشن کی طرح عیاں ہیں۔

- گزشتہ ماہ امریکی روزنامے نیویارک ٹائمز نے مودی حکومت کے ترقی کے دعووں کو بے نقاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستانی شہری شدید عدم مساوات، بے روزگاری، صحت عامہ کی ابتر صورتحال اور موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے ہونے والی تباہ کاریوں سے دوچار ہیں۔
- جنوری 2024 میں نیویارک میں قائم انسانی حقوق کی تنظیم ہیومن رائٹس واچ کی رپورٹ کے مطابق خصوصی اختیارات کے قانون کے تحت مقبوضہ جموں و کشمیر میں انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کے لیے بھارتی فورسز کو بغیر کسی الزام کے ثبوت ہونے پر لوگوں کو گرفتار کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔
- حال ہی میں واشنگٹن پوسٹ کی ایک رپورٹ میں بھارتی خفیہ ایجنسی "را" کے سابق افسر کو گزشتہ برس امریکی سرزمین پر سکھ رہنما گرپتونت سنگھ پنوں کے قتل کی سازش کو بے نقاب کیا ہے۔ امریکہ کی جانب سے بھارت کو اس سکھ رہنما کے قتل کی تحقیقات میں تعاون کا مطالبہ کیا جا رہا ہے جبکہ بھارت نے تحقیقات میں انتہائی ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔
- گزشتہ سال سویڈن میں قائم "وی ڈیم انسٹیٹیوٹ" نے بھارت کو گزشتہ دس سالوں میں بدترین آمریت پسندوں میں سے ایک قرار دیا۔
- گزشتہ سال 2023 میں پریس فریڈم کی رپورٹ میں بھی بھارت میں آزادی اظہار رائے، میڈیا پر سختیاں، صحافیوں کی بلاجواز گرفتاریوں اور ان کے مختلف مقامات پر تشویش کا اظہار کیا گیا ہے۔ پریس فریڈم رپورٹ کے مطابق بھارت میں انٹرنیٹ پر سختیاں، پابندیاں، آن لائن مواد کی سنسرشپ اور ڈیجیٹل میڈیا پر عائد قدغنیں بھارتی حکومت کا بیانیہ آزادی اظہار رائے کو سلب کرتا ہے۔
- امریکی وزیر خارجہ انتھونی بلنکن نے 2022 میں کہا تھا کہ بھارت میں مذہبی اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر حملوں میں کچھ بھارتی اہلکار صرف شامل ہی نہیں بلکہ حملہ آوروں کی معاونت بھی کر رہے تھے۔
- سال 2022 میں 84 بار انٹرنیٹ کو بلیک آؤٹ کرنے پر مسلسل پانچویں سال بھارت کو دنیا کا سب سے بڑا مجرم قرار دیا گیا تھا۔
- اس سے قبل 2021 میں امریکی فریڈم ہاؤس کی رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ انتہا پسند مودی اور ان کی جماعت بھارت کو بدترین آمریت کی طرف لے جا رہے ہیں اور بھارت بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزیاں کرتے ہوئے دوسرے ممالک میں مقیم اپنے افراد کے خلاف اپنی ایجنسیوں کے ذریعے حملے بھی کروا رہا ہے۔
- امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی نے 2021 میں یہ سفارش کی تھی کہ امریکی محکمہ خارجہ بھارت کو مذہبی آزادی کے حوالے سے ایک تشویشناک ملک کے طور پر نامزد کرے۔
- بھارتی تھنک ٹینک کی ایک رپورٹ کے مطابق 2014 میں نریندر مودی کے برسر اقتدار آنے کے بعد سے بھارت میں ملازمتوں کا معیار بہت گر چکا ہے اور 90 فیصد عوام غیر رسمی نوکریاں کرنے پر مجبور ہے اور ان کی ملازمت کا گراف بھی بہت نیچے آ گیا ہے۔

برائے فیڈ بیک: شعبہ تحقیق و تجزیہ جماعت اسلامی پاکستان، منصورہ ملتان روڈ لاہور ای میل: research.jipak@gmail.com
ترسیل: شعبہ تنظیم جماعت اسلامی پاکستان فون نمبر: 042-35252391